مشہور شخصیات کے

لطائف

مرتب: معاذ حسن

مشہور شخصیات کے لطائف

ایسا مزاح جو آپ کو مسکرانے پر مجبور کردے

مرتب

معاذ حسن

پروفیسر اسلم آزاد، رکن بہار قانون ساز کونسل کے
ترقیاتی فنڈ سے طلبہ کی فلاح کے لیے فراہم

بُک کارپوریشن، دھلی

MASHHOOR SHAKHSIYAT KE LATAAIF

Edited by
Maaz Hasan

Year of Edition 2009
ISBN 81-88912-34-4
Price Rs. 180/- (Library Edition)

نام کتاب : مشہور شخصیات کے لطائف
مرتب : معاذ حسن
سنِ اشاعت : ۲۰۰۹ء
قیمت : ۱۸۰ روپے (لائبریری ایڈیشن)
مطبع : عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی ٦

Published by
BOOK CORPORATION
3191, Ground Floor, Mirza Ahmad Ali Marg
Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph: 23216162,23214465 Fax: 0091-11-23211540
E-mail: ephdelhi@yahoo.com

انتساب

ظہیر الاسلام صاحب

(ابو الاعلیٰ) احسان بٹ صاحب

اور ارتضیٰ شاہ صاحب

کے نام

پہلی بات

محترم قارئین کرام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

ادارہ فاضل مقبل اینڈ سنز (پبلشر و بک سیلرز) 93 سال سے علم و ادب کی خدمت میں کوشاں ہے۔ 1906ء کی بات ہے جب دہلی میں ہمارے دادا سید ذوالفقار حسین دھلوی نے اس ادارے کی بنیاد رکھی۔ اس دوران وقت کے دھارے کے ساتھ ساتھ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر ادارہ فاضل مقبل اینڈ سنز نے اہل علم وادب کی کتب مشتاقان علم وادب کے لیے شائع کیں۔ جن کو زبردست عوامی پذیرائی ملی۔

حیدر پبلی کیشنز ادارہ فاضل مقبل اینڈ سنز کا ذیلی ادارہ ہے۔ اس پلیٹ فارم سے اب تک ہم نے تیس کے قریب کتب شائع کی ہیں۔ ہماری ان کتب نے بھی باذوق قارئین میں نمایاں پذیرائی حاصل کی۔ جس پر میں تمام قارئین کا شکر گزار ہوں۔

برادرم معاذ حسن ہاشمی کی مرتب کردہ یہ کتاب مشہور و معروف شخصیات کے وہ لطائف ہیں جن سے باذوق قارئین ضرور محظوظ ہوں گے۔ کیونکہ اس کتاب کو مرتب کرتے ہوئے ہم نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ ایسے لطائف مرتب کیے جائیں جن سے اول تو "بہترین مزاح" سامنے آئے۔ دوئم یہ کہ ان شخصیات کی شخصیت سامنے آجائے۔ جن کی یہ شگفتہ مزاجیاں ہیں۔ مجھے امید ہے کہ مشتاقان کے لیے یہ کتاب تسکین کا باعث ہو گی۔

والسلام

حیدر مقبول زیدی

پیش لفظ

"مشہور و معروف شخصیات کے لطیفے" اپنی طرز کی ایک نئی کتاب ہے- محترم حیدر صاحب (پبلشر حیدر پبلی کیشنز) باذوق آدمی ہیں-ایک دن یونہی انہیں نہ جانے کیا سوجھی کہ انہوں نے اس کتاب کو مرتب کرنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد کر دی- میں بھی جو دقیق قسم کے مسودوں میں الجھا ہوا تھا--- تفریح طبع کے لیے راضی ہو گیا- سوچا کہ چلو اس بہانے ایک تو دماغ پر چھائی ہوئی یاسیت ختم ہو جائے گی- دوسرا اچھی قسم کا مزاح میسر ہو گا---- سو مشہور شخصیات کے مزاح کو ایک گلدستہ کی صورت میں پیش کرنے کے لیے مواد اکٹھا کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا- جب میں نے اس کام کو شروع کیا تو سب سے پہلے ذہن میں یہ سوال اٹھا کہ مزاح کیا ہوتا ہے؟ "دائرہ معارف اسلامیہ" میں ہنسی' دل لگی" خوش طبعی اور مذاق مزاح کے زمرے میں آتے ہیں- لفظ مزاح کا مادہ م زح (مزح) ہے جو عربی الاصل ہے- آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ مزاح (HUMOUR) تحریر کا وہ انداز ہے جس میں شگفتگی، خوش طبعی، ہنسی مذاق کے عناصر شامل ہوتے ہیں---

اسی مزاح کی تعریف کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے لطائف کا انتخاب کیا اور اس بات کی سعی کی کہیں بھی اگر اس "تعریف" سے ہٹ کر کوئی لطیفہ ملے تو اسے شامل نہ کروں- بقول پروفیسر حمید احمد خان کے---

یہ وہ ہنسی ہے جو طعن و تعریض کی آلائش سے پاک، دل کی گرمی اور گداز سے مالا مال اور دماغ کے فیصلوں سے بڑی حد تک بے پرواہ ہوتی ہے- یوں ہنسنے والا اپنے آپ کو پرایا ان کر اور پرائے کو اپنا ان کر دیکھ سکتا ہے- یہ وہ مقام ہے جہاں انسان اپنے نفس کے اندر بھی ہے اور باہر بھی---

طمانیت قلب و تصور کی کیفیت جب ادبی تحریر کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے تو

تنقید جدید اسے "مزاح" کا نام دیتی ہے----

بڑے لوگوں کے بارے میں عام طور پر مشہور ہے کہ وہ بڑے سخت دل ہوتے ہیں-اصول اور ڈسپلن ہی ان کی زندگی کا محور ہوتا ہے- ان کے چہرے پر اکثر سنجیدگی طاری رہتی ہے اور اکثر ان کی گفتگو میں سختی.....!

انہی کرخت چہروں اور سخت لفظوں کے درمیان نرم الفاظ اور شگفتگی سے پر مزاح جب کبھی پیدا ہوا---- تو یہ خوبصورت لطائف معرض وجود میں آئے- مجھے قوی امید ہے آپ ان لطائف کو پڑھ کر ضرور محظوظ ہوں گے-

والسلام

معاذ حسن ہاشمی

دوسرا شو

جارج برناڈ شا اور چرچل میں عموماً نوک جھونک ہوتی رہتی تھی- ایک بار جب شا کا نیا ڈرامہ پیش کیا جا رہا تھا تو برناڈ شا نے چرچل کو پہلے دن کے شو کے لیے دو ٹکٹ اس تحریر کے ساتھ بھیجے-

"آپ کو دو ٹکٹ بھجوا رہا ہوں- آپ پہلے شو پر تشریف لے آئیں- اپنے ساتھ اپنا کوئی دوست بھی لیتے آئیں- اگر کوئی ہو تو-"

چرچل نے اس کا فوراً جواب بھیجا اور لکھا-

"میرے لیے آپ کے ڈرامے کے پہلے شو میں شرکت ممکن نہیں- دوسرے دن ضرور آؤں گا اگر شو ہوا تو!"

پہلی دفعہ اُداس کر دیا

منور ظریف کا انتقال ہوا- تو جب اس کی تدفین کا مرحلہ طے ہو گیا تو اس کے ایک مداح نے کہا-

"یہ پہلا موقع ہے کہ اس نے ہمیں اداس کیا ہے-"

نعم البدل

امریکہ کے سابق صدر رچرڈ نکسن کا جب ایک آپریشن ہوا تو انہیں ایک تقریب

کی صدارت ملتوی کرنا پڑی-ان کی جگہ نائب صدر ایڈلائی سٹونسن اس تقریب میں بطور صدر شریک ہوئے-ایڈلائی سٹونسن نے اپنی صدراتی تقریر میں کہا-

"مجھے یہاں صدر نکسن کے نعم البدل کی حیثیت سے شرکت کا موقع ملا ہے-اس موقع پر مجھے ایک لطیفہ یاد آرہا ہے---سو وہ یہ کہ---'

ایک پادری نے اپنے بشپ کو تار دی اور اس میں لکھا-

"آج میری بیوی فوت ہو گئی ہے-نعم البدل کے لیے کوئی دوسری بھجوادیں-"

کیسے ہیرو

ایک بار امریکی صدر کینڈی سے ایک بچے نے پوچھا-

"جناب آپ جنگ عظیم دوم میں جنگی ہیرو کیسے بن گئے تھے-"

"میں نے کچھ بھی نہیں کیا تھا-دشمنوں نے ہماری کشتی ڈبو دی تھی-میں نے رضا کارانہ طور پر اپنی زندگی بچالی-"

چھاؤنیوں کی تبدیلی

مشہور افسانہ نگار بلونت سنگھ اور کرتار سنگھ بہت اچھے دوست تھے-ایک دفعہ کرتار سنگھ کو بلونت سنگھ کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا-جو کسی دوسرے شہر میں رہتا تھا-بلونت سنگھ کے گھر میں ایک ہی چارپائی تھی-اس لیے رات ہوئی تو دونوں دوست ایک ہی چارپائی پر سو گئے-دونوں سکھ تھے- مدتوں سے سر نہ دھوئے تھے-جوؤں سے بھرے ہوئے سروں

سے جوئیں ایک سر سے دوسرے کے سر کو جانے لیں۔ان کی نقل و حرکت کی وجہ سے کرتار سنگھ کی آنکھ کھل گئی۔اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔"یار یہ کیا ہو رہا ہے؟"

بلونت سنگھ نے نیند سے بھری ہوئی آواز میں جواب دیا۔

سو جاؤ یار---کچھ نہیں ہو رہا---بس فوجیں چھاؤنیاں تبدیل کر رہی تھیں۔

کیسٹ الٹ دی ہے

ایک دفعہ میں فیض صاحب کی غزل گا رہا تھا۔

مرے محبوب مجھ سے پہلی سی محبت نہ مانگ

اچانک میں نے فراز کی غزل گنگنانی شروع کر دی۔

اب کے بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں

شاہ صاحب (معروف ارتضیٰ شاہ) نے جو میرے پاس ہی بیٹھے تھے' ٹوکتے ہوئے کہا:"یار ایک وقت میں ایک ہی غزل سناؤ' یہ کیا کر رہے ہو۔"

میں نے برجستہ کہا۔شاہ صاحب میں نے دراصل کیسٹ کا رخ الٹ دیا ہے۔

انجام

علامہ اقبال نے ایک بار کہا۔

ابلیس کے چند مرید اس کے پاس گئے اور دیکھا کہ ابلیس بڑے آرام سے بیٹھا سگار پی رہا ہے۔مریدوں نے پوچھا کہ وہ بے کار کیوں ہے تو ابلیس نے جواب دیا۔"آج کل میں فارغ

ہوں- میرا سارا کام اسرائیل کی حکومت انجام دے رہی ہے-"

ہوتے ہیں پروگرام ایسے بھی

ریڈیو کی تاریخ کا ایک دلچسپ واقعہ کچھ یوں ہے کہ---

انگلستان کے بادشاہ جارج پنجم کا انتقال ہوا تو بی بی سی اردو سروس والوں کو بھی ہدایت دی گئی کہ پروگرام میں صرف حزنیہ اور غمگین موسیقی سنائی جائے- خبریں بھی سوگوار انداز میں پڑھی جائیں-

مشہور براڈ کاسٹر آغا محمد اشرف بی بی سی کی اردو سروس سے متعلق تھے- انہیں جارج پنجم کے بارے میں ایک معلوماتی فیچر پیش کرنا تھا- اتفاق سے آغا محمد اشرف ان دنوں کھانسی کا شکار تھے- وہ فیچر پڑھتے رہے اور پھر انہوں نے یہ جملہ کہا-

"حضور ملک معظم نے انتقال سے کوئی پانچ منٹ پہلے فرمایا:"

وہ اتنا ہی پڑھ سکے تھے کہ ان کو کھانسی آ گئی- انہوں نے جلدی سے مائیک کا ہینڈل گھما دیا اور اس کا رخ دوسرے سٹوڈیو کی طرف کر دیا تاکہ کھانسی براڈ کاسٹ نہ ہو سکے- دوسرے سٹوڈیو میں عین اس وقت ایک پنجابی طبلہ نواز کی ریہرسل ہو رہی تھی اور طبلہ نواز کی آواز پورے غصے میں سنائی دی:

"یہ میری ہتھوڑی کون حرامزدہ لے گیا ہے-"

اس طرح سننے والوں نے پورا جملہ یوں سنا-

"حضور ملک معظم نے انتقال سے کوئی پانچ منٹ قبل فرمایا: یہ میری ہتھوڑی کون حرمزادہ لے گیا ہے۔"

ایک پونڈ کا ایک لفظ

جارج برناڈ شا عظیم ڈرامہ نگار تو تھے ہی بلا کے خود پرست بھی تھے۔ اکثر کہتے تھے کہ میری تحریر کا ایک ایک لفظ پونڈ کی قیمت رکھتا ہے۔ کسی نے ازراہ مذاق ایک پونڈ بھیجتے ہوئے لکھا۔

"ایک پونڈ حاضر ہے براہ کرم مجھے اپنا ایک قیمتی لفظ ارسال کر دیجیے۔"

شاہ نے جواب میں واقعی ایک ہی لفظ لکھ کر بھیجا۔ وہ لفظ تھا۔

"شکریہ۔"

بندر حقہ نہیں بھر سکتا

ایک زمانے میں اکبر الہ آبادی اپنے ایک دوست کے ہاں ہر شام جاتے۔ دوست ان کے جاتے ہی ان کے لیے حقہ بھروا دیتا۔ ایک روز اکبر الہ آبادی اپنے دوست کے ہاں پہنچے تو وہ ایک شخص سے بحث میں مصروف تھے۔ موضوع یہ تھا کہ بندر کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں کر سکتا۔ بحث کے انہماک میں اکبر کے دوست حقہ بھروانا بھی بھول گئے۔ خاصی دیر کے

بعد ان کے دوست نے اکبر سے پوچھا۔

"قبلہ آپ بھی اپنے رائے دیں کہ بندر کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں کر سکتا؟"

اکبر الہ آبادی نے جواب دیا۔"بندروں کے بارے میں میری معلومات ناقص ہیں لیکن ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ بندر حقہ نہیں بھر سکتا۔

خفیہ رپورٹ

فرانس کے ایک سابق صدر پنکارا تھے۔جوانی کے دنوں میں جب وہ وکالت کرتے تھے تو انہیں ایک لڑکی پسند آگئی جس سے وہ شادی کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس لڑکی کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک سراغرساں ایجنسی سے رابطہ قائم کیا' انہوں نے سراغرساں کو نہ تو اپنا اصلی نام بتایا اور نہ اصلی پتہ---بلکہ ایک دوسرا پتہ دے دیا۔ فیس بھی ادا کر دی۔ایک ہفتے کے بعد پنکارا کو سراغرساں کی رپورٹ ملی۔

لڑکی واقعی شریف ہے۔اس کا خاندان بھی شریف ہے۔لیکن کچھ عرصے سے وہ ایک وکیل کے ساتھ دیکھی جا رہی ہے۔جس کی شہرت اچھی نہیں ہے جو ایک بدقماش شخص ہے اگر وہ لڑکی اس وکیل سے ملنا جلنا چھوڑ دے تو اس میں اس کا فائدہ ہوگا۔جس وکیل سے اس لڑکی کا ملنا جلنا ہے اس کا نام پنکارا ہے۔

میں ہوں

ایک دفعہ علیم اقبال صاحب مشاعرہ پڑھ رہے تھے۔ طرحی مشاعرہ تھا۔ ردیف اور قافیہ تھا۔ خوگر ہوں میں۔ رہبر ہوں میں---

سامعین میں سے ایک صاحب ایسے بھی تھے جو "میں ہوں" "میں ہوں" کا نعرہ لگا کر شعر کا مزہ کرکرا کر رہے تھے۔

علیم صاحب چڑ گئے۔ انہوں نے اپنا کلام شروع کیا۔

غم نہ کر تو کہ برے رنج کا خوگر ہوں میں

حسب عادت غریب سامع نے "میں ہوں" کا نعرہ لگایا۔ سامع کی عادت سے فائدہ اٹھا کر علیم صاحب نے دوسرا مصرعہ پڑھا۔

ناریل ہاتھ لگا جس کے وہ بندر-----

سامع نے تیزی سے عادت کے مطابق بولا۔ "میں ہوں" ---- "میں ہوں۔"

پھر ادھر نہیں جائے گا

اپنی نوعمری کے زمانے میں شوکت تھانوی نے ابھی شعر کہنا شروع ہی کیا تھا اور بڑی دوڑ دھوپ کے بعد وہ اپنی ایک غزل ایک رسالے میں شائع کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس غزل میں ایک شعر تھا۔

ہمیشہ غیر کی عزت تیری محفل مین ہوتی ہے
ترے کوچے میں جا کر ہم ذلیل و خوار ہوتے ہیں

یہ غزل شوکت تھانوی کے والد کی نظر سے بھی گزری۔ یہ شعر پڑھ کر وہ بطور

خاص بہت ہی سیخ پا ہوئے اور شوکت تھانوی کی والدہ کو سناتے ہوئے چیخ کر بولے۔

میں پوچھتا ہوں کہ آخر یہ آوارہ گرد اس کوچے میں جاتا ہی کیوں ہے۔

شوکت تھانوی کی والدہ سہم گئیں اور بولیں۔ بچہ ہے ابھی، غلطی سے چلا گیا ہوگا۔

چھوڑیئے بھی ناں اس بات کو، میں سمجھا دوں گی۔ پھر ادھر نہیں جائے گا۔

گدھا

ایک بار مشہور سیاست دان لائڈ جارج تقریر کرنے کے لیے اٹھ کر کھڑا ہو تو ہجوم میں سے ایک شخص نے آواز کسی۔

"اسے دیکھو یہ تقریر کرنے جارہا ہے۔ اس کا باپ تو ایک گدھا گاڑی چلایا کرتا تھا۔"

لائڈ جارج نے بڑی سنجیدگی سے کہا:

"یہ ٹھیک کہتے ہیں مگر میرا باپ اور اس کی گاڑی موجود نہیں ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ گدھا ابھی تک ہمارے ساتھ ہے۔"

آرڈر

پیٹر اسٹی نوف ہالی وڈ کا مشہور اداکار تھا۔ ایک بار وہ کھانا کھانے ایک ہوٹل میں گیا اور آرڈر دے دیا۔ آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ مگر اس کا کھانا نہ آیا۔ اس نے بیرے کو بلا کر ڈانٹا تو بیرے

نے پوچھا:

"آپ نے کیا آرڈر دیا تھا؟"

"میں نے کچھوے کا سالن منگوایا تھا۔"

بیرا ادب سے سر جھکا کر بولا: "جناب اگر آپ کو اتنی جلدی تھی تو کچھوے کے سالن کا آرڈر کیوں دیا تھا۔ خرگوش کا سالن منگوا لیتے۔"

خطاب

وکٹر ہیوگو اور الیگزنڈر ڈوما کا شمار دنیا کے عظیم ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ ایک دن الیگزنڈر نے ہیوگو سے کہا۔

اگر ہم دونوں مل کر ایک ناول لکھیں تو وہ دنیا کا عظیم ترین ناول ہوگا۔ ہیوگو نے کہا بھلا "گھوڑے اور گدھے کا کیا میل۔"

ڈوما نے فوراً جواب دیا۔ "یار تم میرے ساتھ مل کر ناول بے شک نہ لکھو لیکن مجھے گھوڑے کا خطاب تو نہ دو۔"

پان کی پیک

غلام محمد جب گورنر جنرل تھے ایک دن ان کو جمعہ پڑھانے والے مولوی نذیر احمد صاحب بیمار ہو گئے تو انہوں نے ملٹری سیکرٹری حامد نواز صاحب سے کہا فوراً مولوی کا

بندوبست کرو- جمعہ کا وقت ہو گیا مگر مولانا آزاد نہ پہنچے تو ملٹری سیکرٹری کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے- پتہ چلا کہ جب مولانا صاحب کو گورنر ہاؤس میں نماز جمعہ کی امامت کرنے کی اطلاع ملی تو انھوں نے خضاب لگایا' عربی جبہ زیب تن کیا اور پان کی گلوری منہ میں رکھ کر شاہی موٹر میں سوار ہوئے- گاڑی کے شیشے اتنے صاف تھے کہ مولانا نے آگے منہ کر کے پیک سڑک پر پھینکنا چاہی جو شیشے سے ٹکرا کر واپس مولانا کے چہرے مبارک پر آ گئی اور انہیں تیار ہونے میں مزید دیر ہو گئی-

کمی نہیں

شادی سے پہلے سارہ فرگوسن نے اپنی قریبی سہیلی سے کہا کہ میں تو اپنے جیسے مرد سے شادی کروں گی- تو سہیلی نے کہا: آپ بالکل پریشان نہ ہوں بے ڈھنگا لباس' منہ پھٹ اور سست مردوں کی دنیا میں کمی نہیں-

پھر کام آ جائے گا

ایک دفعہ الزبتھ ٹیلر شاپنگ کے لیے گئی' اسے ایک مردانہ جوتا بہت پسند آیا- لیکن جوتے کا نمبر ۷ تھا جب کہ اس کے خاوند کے پاؤں کا نمبر ۸ تھا- دکاندار نے مسکراتے ہوئے کہا: "میڈم لے لیں پھر کام آ جائے گا-"

میری شکل ہی ایسی ہے

نواز شریف جب گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتے تھے تو ایک دن پروفیسر مشکور حسین یاد نے ان کو کھڑا کر کے پوچھا:

مسٹر تم کلاس میں ہنس کیوں رہے ہو؟

نواز شریف "سر! میں ہنس تو نہیں رہا میری شکل ہی ایسی ہے۔"

امریکی صدر

میرا دادا آئرش ہے۔ میری دادی سوئڈش' ایک ماموں پولش' خالہ فرانسیسی جبکہ والدہ اٹلی میں پیدا ہوئیں۔

مگر آپ کون ہیں؟

میں امریکی صدر کلنٹن ہوں۔

نازی نہیں ہو سکتا

آئن سٹائن ہاورڈ میں مہمان خصوصی تھا۔ ڈین نے پوچھا کہ سمجھ نہیں آتی جرمن وہ قوم ہے جو سائنس اور آرٹ کی سرخیل رہی مگر اس نے نازی ازم کا فلسفہ کیسے قبول کر لیا؟

آئن سٹائن نے کہا کہ جرمنوں میں تین خوبیاں ہیں! ایمانداری' ذہانت اور نازی

ازم۔

لیکن ایک جرمن میں بیک وقت ان میں سے دو ہی ہو سکتی ہیں۔

اس لیے ایک جرمن جو ایماندار ہے اور نازی ہے' وہ ذہین نہیں ہو سکتا۔

اگر وہ ذہین نازی ہے تو ایماندار نہیں ہو سکتا' اگر ایماندار اور ذہین ہے تو وہ نازی نہیں ہو سکتا۔

اہلیت

ایم شریف مرحوم (جو بعد میں وفاقی وزارت تعلیم کے سیکرٹری بنے) کا اصرار تھا کہ انہیں فوراً وزیراعظم سے ملایا جائے' وزیراعظم مکان کے اندر برآمدے میں بیٹھے تھے' موقع پاتے ہی شریف صاحب کو اندر بھجوایا' کوئی پندرہ بیس منٹ گزرے ہوں گے کہ شریف صاحب ہانپتے کانپتے ہوئے آئے اور دروازے سے باہر نکل گئے' ملک صاحب بھی ان کے پیچھے پیچھے تھے اور زور زور سے کہہ رہے تھے "اوئے شریف' روٹی کھالے' میری روتی وچ لون (نمک) نہیں ہوندا۔" مگر شریف صاحب نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور موٹر میں بیٹھ کر چلے گئے' ملک صاحب واپس آئے اور بتانے لگے۔ "یہ شریف میرا بڑا پرانا دوست ہے اور اس کے میں نے بڑے کام کیے ہیں' یہ تجویز لے کر آیا تھا کہ اسے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا چیئرمین لگا دیا جائے جب میں نے اسے سمجھایا کہ وہ اسے عہدے کی اہلیت نہیں رکھتا تو بولا "ملک

صاحب اگر آپ وزیراعظم بننے کی اہلیت رکھتے تو میں چیئرمین کے عہدے کے لیے نااہل کیوں قرار دیا گیا' بڑا نمک حرام ہے۔"

چوتھا درجہ نہیں

مہاتما گاندھی ہمیشہ دکھاوے کے لیے غریبوں جیسا لباس پہنتے تھے اور تیسرے درجے میں سفر کرتے تھے۔ایک دفعہ انہیں پوچھا گیا۔

Mr. Gandhi! why do you trawel in 3rd class?

(مسٹر گاندھی آپ تیسرے درجے میں کیوں سفر کرتے ہیں؟)

Because there is no 4th class.

(کیونکہ چوتھا درجہ کوئی نہیں ہوتا)

اٹوٹ انگ

واجپائی نے ایک دفعہ کہا:

"کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے۔"

ایک صحافی نے برجستہ یہ کہا:

"اسی لیے انگ انگ ٹوٹ رہا ہے۔"

جن اور جرنیل

علامہ احسان الٰہی ایک دفعہ تقریر کر رہے تھے۔ دوران تقریر انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ بھوک کی وجہ سے میں نڈھال شیر پاؤ پل سے گزر رہا تھا اور سامنے فوجی جرنیلوں کی بڑی بڑی محل نما عالیشان کوٹھیوں کو دیکھ کر قسمت کو کوس رہا تھا۔ اچانک میری ٹھوکر ایک بند پرانی بوتل پر پڑی۔

آواز گونجی۔ میں چونکا۔

بے خیالی میں میں نے بوتل اٹھائی اور ڈھکن کھول دیا۔

بوتل سے دھواں نکلنا شروع ہو گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دھواں ایک بہت بڑے جن کی شکل اختیار کر گیا۔

کیا حکم ہے میرے آقا

مجھے جلدی جلدی حکم دیں۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے ایک بڑی سی کسی جرنیل کی کوٹھی دیکھ کر کہا۔ جن بادشاہ ایسی ایک کوٹھی بنا دو۔

دھواں یک دم سمٹنے لگا اور بوتل میں داخل ہونا شروع ہو گیا۔

پھر بوتل سے جن کی آواز آئی۔

جناب میں جن ہوں فوجی نہیں کہ اتنی جلدی اتنی عالیشان کوٹھی بنا دوں۔

رنگینی

ناشر نے معذرت کرتے ہوئے مصنف سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں ایسی

رنگین کتاب شائع نہیں کر سکتا۔"

"جناب آپ کیا بات کرتے ہیں۔ میری کتاب میں تو کوئی رنگینی نہیں۔"

"کیوں نہیں۔ پہلے ہی باب میں ایک بوڑھا آدمی خوف سے پیلا پڑ جاتا ہے۔ ہیرو غصے سے سفید ہو جاتا ہے۔ ہیروئن شرم و حیا سے سرخ ہو جاتی ہے۔ ہیروئن کا باپ سردی سے نیلا پڑ جاتا ہے اور رقیب حسد سے ہرا ہو جاتا ہے۔ رنگین بیانی نہیں تو اور کیا ہے؟"

آپ سے کیا پردہ

دوسری جنگ عظیم کے دوران میں امریکی صدر روزویلٹ اور برطانوی وزیر اعظم چرچل میں صلاح مشورے اور ملاقاتیں ہو رہی تھیں۔ ایک روز صبح کے وقت روزویلٹ چرچل کے پاس پہنچے۔

روزویلٹ نے بے خیالی میں غسل خانہ کا دروازہ کھولا۔ جہاں چرچل غسل کر رہا تھا۔ صدر روزویلٹ کچھ جھینپے اور مڑنے لگے۔ تو چرچل نے تولیہ لپیٹتے ہوئے کہا۔ "تشریف لائیے۔ برطانیہ کا وزیر اعظم امریکی صدر سے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھ سکتا۔"

عکس

باقی دن ہم نے مادام تساؤ کی مومی شبیہوں کی گیلری اور ان کا چیمبر آف ہارر زیعنی ایوان دہشت دیکھنے میں گزارا۔ یہ بیکر اسٹریٹ میں ہے اور اس میں موت کی سزا پانے والوں کے پتلے کھڑے ہیں۔ یہاں عجب دھوکا ہوتا ہے۔ اندر داخل ہو کر ہم نے گارڈ کے سپاہی کو

ٹکٹ دکھایا تو اس نے توجہ ہی نہ کی۔ معلوم ہوا کہ موم کا ہے اوپر چڑھے تو ایک پتلا بالکل انسان کی صوت میں کھڑا تھا۔ ہم نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو بولا۔

"کیا کر رہے ہیں جناب؟"

آئینہ خانہ کی گیلری میں ہم نے ایک صاحب کو دیکھا کہ جس طرف کو ہم جاتے ہیں اسی طرف وہ آتے ہیں۔ آخر ٹکرا گئے۔ ہم نے کہا۔

"سوری۔"

لیکن شیشے کی ٹھنڈک محسوس ہوئی تب معلوم ہوا۔ یہ تو ہم خود ہی تھے۔ ہمارا عکس ہی تھا۔

(ابن انشاء۔ آوارہ گرد کی ڈائری)

شیطانیاں

شاعروں کو شادی ضروری کرنی چاہیے اگر بیوی اچھی مل گئی تو زندگی اچھی ہو جائے گی۔ اگر بیوی اچھی نہ ملی تو شاعری اچھی ہو جائے گی۔

بیوی دنیا کی وہ عورت ہوتی ہے جسے آپ اتنا دیکھتے نہیں جتنا سنتے ہیں۔

دنیا کی وہ عورت جسے آپ ساری زندگی متاثر نہیں کر سکتے۔ بیوی ہے اور وہ عورت جسے آپ دو منٹ میں متاثر کر سکتے ہیں وہ بھی بیوی ہے مگر دوسرے کی۔

بیوی کی خوبیاں تلاش کرنا ایسے ہے جیسے اپنی خامیاں تلاش کرنا۔

(ڈاکٹر یونس بٹ کی کتاب "شیطانیاں" سے)

گم ہونا

میرا دوست کہتا ہے: "گم وہ ہوتا ہے جو اپنے علاقے سے باہر جاتا ہے اس لیے میں تو شہر سے کبھی باہر نہیں گیا حالانکہ اس کے بچوں کی تعداد سے تو لگتا ہے وہ کبھی گھر سے باہر بھی نہیں گیا۔"

کوئی یوگی ہو یا جوگی۔ عالم ہو یا عامل جب تک ذات میں غوطہ لگا کر گم نہیں ہوتا مراد کے موتی اس کے ہاتھ نہیں لگتے۔ اسی لیے جسے دوران نماز بھی جوتے گم ہونے کا خیال رہے، جب وہ سجدے سے باہر آتا ہے تو اسے صرف جوتے ہی ملتے ہیں۔

ڈاکٹر یونس بٹ کی کتاب شیطانیوں سے انتخاب

آسمان کی طرف

مشہور سائنس دان سر آئزک نیوٹن ایک دن آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے اس طرح دیکھ کر قصبے کے دو آدمی آپس میں قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ ایک نے کہا:

"نیوٹن آسمان پر نیا ستارہ تلاش کر رہا ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "نہیں، بلکہ وہ کوئی نیا سیارہ دیکھ رہا ہے۔"

دونوں میں بحث بڑھ گئی تو فیصلہ کیا گیا کہ نیوٹن سے چل کر پوچھ لیتے ہیں کہ وہ آسمان کی طرف منہ کر کے کیا دیکھ رہا ہے تو نیوٹن ہولے سے مسکرایا اور پھر اپنی مسکراہٹ کے دوران کہا۔

"اس وقت میری چھینک رک رہی ہے اور مجھے آسمان کی جانب دیکھنے سے آسانی سے چھینک آجاتی ہے- اس لیے میں آسمان کی طرف دیکھ رہا ہوں-

ایسا بھی ہوتا ہے

برطانیہ کے نامور صحافی اوبران واؤ نے اپنی آپ بیتی میں ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے- وہ لکھتا ہے-

"ایک مرتبہ اسے سینیگال کے ایک رسالے کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا- اسے سینیگال کے دالحکومت "ڈیکر" میں منعقدہ ایک پروگرام میں "بچہ اور ماں کا دودھ" فوائد و نقصانات کے موضوع پر تقریر کے لیے دعوت دی گئی تھی-

اوبرن کے بقول اسے درخواست عجب لگی کیونکہ اس کی تحریریں ہمیشہ سیاست کے موضوع کا احاطہ کرتیں- بچوں کی نگہداشت والا معاملہ اس کی سمجھ میں نہ آیا- لیکن اس نے اِدھر اُدھر سے معلومات اکٹھی کر کے اس موضوع پر تقریر تیار کر لی-

مقررہ وقت پر حاضرین میں صحافیوں" سفیر اور سینیگال کے اعلیٰ سرکاری حکام کی خاصی تعداد موجود تھی- اس لیے (اوبرن) نے خود اعتمادی کے ساتھ تقریر شروع کر دی- اس نے اپنی تقریر کے ابتدائی چند کلمات ہی کہے ہوں گے کہ حاضرین اور منتظمین کے چہروں پر عجب سے تاثرات پیدا ہونا شروع ہو گئے- اور انہوں نے آپس میں کھسر پھسر

شروع کر دی تب یہ عقدہ کھلا کہ لوہدن کو آزادی صحافت پر تقریر کرنی تھی- مقررین کے ناموں کے آگے موضوعات کے آگے آزادی صحافت کے بجائے کسی دوسرے پروگرام کا موضوع لکھ دیا تھا-

قاضی جی

ریڈیو پاکستان کے مشہور پروگرام "قاضی جی" کی صدابندی کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ شوکت تھانوی کے کچھ بے تکلف دوست آدھمکے" جن میں چند خواتین بھی تھیں جو شوکت تھانوی کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑیں- جب ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں تو پروگرام کے پیش کار نے شوکت تھانوی کو اشارہ کیا کہ اب انہیں ٹالیے-

شوکت تھانوی نے اپنے دوستوں سے کہا-

"اچھا خواتین و حضرات! اب آپ لوگ ساتھ والے کمرے میں تشریف لے جائیے-"

ایک خاتون پٹ سے بولیں- "نہیں شوکت صاحب آج تو ہم یہیں ٹھہر کر پروگرام سنیں گے-"

شوکت تھانوی نے فوراً کہا- "ارے ایسا غضب نہ کرنا پروگرام کے دوران بھی آپ کی کھی کھی جاری رہی تو سننے والے یہیں سمجھیں گے کہ قاضی صاحب کا پیٹ خراب ہو گیا ہے-"

شکریہ

ایک مرتبہ قائداعظم اپنے ڈرائیور حنیف آزاد پر کسی وجہ سے ناراض ہو گئے اور بڑے سخت لہجے میں فرمایا۔

"گدا!"

محمد حنیف نے سر جھکا کر تصحیح کی۔ "نو سر گدا نہیں گدھا۔"

یہ سنتے ہی قائداعظم کا غصہ کافور ہو گیا اور وہ بے اختیار ہنس پڑے۔۔ کہنے لگے۔

"اس غلطی پر ٹوکنے کا شکریہ۔"

مصنف

امریکی کالم نگار ڈیوڈ تھوریو نے ایک کتاب لکھی اور اس کی ایک ہزار کاپیاں شائع کروائیں۔ کتاب کو زیادہ پذیرائی حاصل نہ ہو سکی اور بمشکل تین سو کاپیاں فروخت ہو سکیں۔ جب کافی عرصہ گذرنے کے بعد پبلشر سے کسی نے کتابیں نہیں خریدیں تو پبلشر کو اپنے شلیف سے کتاب ہٹانی پڑیں۔ کیونکہ نئی کتابوں کے لیے اسے جگہ درکار تھی۔ ڈیوڈ تھوریو نے تمام کاپیاں جن کے تعداد چھ "سات سو تھیں" خرید لیں۔ کتابیں اپنے گھر شفٹ کرنے کے بعد ڈیوڈ تھوریو اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں۔

"اب میری لائبریری میں کتابوں کی تعداد نو سو کے قریب ہو چکی ہے۔ سات سو سے زائد کتابوں کا مصنف میں خود ہوں۔"

سریلا درد

جارج برناڈ شا کے زمانے میں مشہور موسیقار لوئی آر سٹرانگ کی بہت شہرت تھی اور جارج اس سے جلتا تھا ایک دن لوئی نے سوچا کہ جارج سے ملاقات کرنی چاہیے۔ چنانچہ وہ اس کے گھر پہنچا۔

اسے دیکھتے ہی شا نے سر پکڑ لیا اور بہانا بنانے لگا کہ میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔ لوئی آر سٹرانگ نے ہمدردی سے کہا۔

"کیا میں آپ کے سر درد کو دور کرنے کے لیے کوئی دھن سناؤں؟"

"نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ تمہاری دھن سے زیادہ سریلا تو میرا سر درد ہے۔" شا نے کہا۔

آگہی

پاکستان ٹیلی ویژن میں ایک نیا افسر آیا اور پہلے دن اس نے اپنے سیکرٹری کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے لوگوں سے کہا کہ میں احمق ہوں؟"

"نہیں سر! ہرگز نہیں۔ وہ تمام لوگ پہلے ہی سے یہ بات جانتے ہیں۔"

ہالی وڈ

فرانس کا مشہور کامیڈین لوئی ووفونس بیان کر رہا تھا۔

ہالی وڈ میں ایک فلمی ستارے کی شادی کا کارڈ میرے پاس ایک گھنٹہ دیر سے پہنچا۔ میں فوراً جائے شادی پر پہنچا۔ شادی میں شرکت کے لیے نہیں بلکہ طلاق کا منظر دیکھنے کے لیے۔

خبر

رشید مرزا بیمار تھے لیکن اتنی غیر حالت نہیں تھی کہ انتقال کر جائیں۔ بیماری کے باعث وہ ایک ہفتے تک آفس نہ جا سکے۔ یار لوگوں نے مشہور کر دیا کہ وہ انتقال کر گئے ہیں۔ مزے کی بات کہ مقامی اخبارات نے اس خبر کو صفحہ اول پر شائع بھی کر دیا۔ رشید مرزا یہ خبر پڑھ کر ہنس دیئے۔ ہنستے ہوئے انہوں نے فون اٹھایا اور اپنے دوست کے نمبر ڈائل کیے۔

"یار عزیز صاحب! کیسے مزے کی بات ہے کہ آج کے اخبار میں میری موت کی خبر چھپی ہے، تم نے پڑھی ہے وہ خبر؟"

دوسری طرف سے گھبرایا ہوا جواب آیا۔ "یہ المناک خبر تو میں نے صبح کے اخبار میں پڑھ لی تھی مگر یہ بتاؤ تم جنت سے بول رہے ہو یا جہنم سے۔"

ڈرانے کے لیے

لکھنو کے ایک مشاعرے میں جگر مراد آبادی غزل پڑھ رہے تھے۔ ان کے ایک قریبی دوست جب ان کی تصویر کھینچنے لگے تو جگر صاحب بولے:

"میری تصویر ایسی نہیں کہ تم گھر میں سجا سکوں۔"

(جگر صاحب بہت کالے تھے)

ان کے دوست نے کہا۔ "تصویر سجانے کے لیے تھوڑی بچوں کو ڈرانے کے لیے لے جا رہا ہوں۔"

دوسرا مصرعہ

کسی تقریب میں مولانا ابو الکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خاں بھی موجود تھے۔ مولانا ابو کلام آزاد کو پیاس لگی تو انہوں نے کہا۔

"میرے بھائی ذرا پانی تو پلاؤ۔"

یہ سنتے ہی مولانا کے ایک سفید ریش عقیدت مند اٹھے اور پانی لا کر مولانا ابو الکلام آزاد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مولانا آزاد نے مسکرا کر کہا۔

لے کر پیر مغاں مسافر و مینا آیا

مولانا ظفر علی خاں نے فوراً دوسرا مصرعہ کہا۔

مے کشو شرم کرو پھر بھی نہ پینا آیا

جھوٹی

فرائیڈ سے کسی نے پوچھا۔ دنیا کی کتنی عورتیں شادی کی خواہش مند ہوتی ہیں۔

۹۹ فی صد۔ فرائیڈ نے جواب دیا۔

"باقی ایک فیصدی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔"

"وہ جھوٹ بولتی ہیں۔"

یزید یا بایزید

مرزا غالب کے گھر دستر خوان بچھا ہوا تھا۔ برتنوں کی تعداد کثیر تھی لیکن کھانا نہایت قلیل تھا۔ مرزا غالب نے مسکرا کر کہا۔ "اگر برتنوں کی اکثریت پر خیال کیجئے تو میرا دستر خوان یزید کا دستر خوان معلوم ہوتا ہے۔ اور جو کھانے کی مقدار کو دیکھیے تو بایزید کا۔"

اذیت

کسی نے کہا۔ "یار سعد (سعد اللہ شاہ) یہ حسن نثار تو شاعر ہے۔ اپنے کالم میں یونہی نظمیہ سا بن کر شامل کر دیتا ہے۔ حالانکہ اسے نظم بنایا جا سکتا ہے۔" سعد نے کہا۔ "حسن نثار بہت شرارتی ہے۔ وہ اپنے مخالفین کو دہری تکلیفیں پہنچاتا ہے۔ ویسے جن کے خلاف وہ لکھتا ہے وہ یہی زبان سمجھتے ہیں۔"

بری سزا

ایک فری سٹائل پہلوان شاعر کا پروگرام ٹی وی پر چل رہا تھا- میزبان کچھ اس طرح سے گویا تھی- "حضرات آپ نے شاعر صاحب کی غزل سماعت فرمائی' اب یہ اپنے ماتھے سے دو اینٹیں توڑیں گے اور اس کے بعد انہیں کیلوں والے تختے پر لٹا کر ان پر بہت سے لوگ رقص کریں گے-" سعد کہنے لگا- "یہ تو سراسر ظلم ہے- ایک غزل سنانے کی اتنی بری سزا-"

عورت سے لڑکی

عباس تابش کے گھر بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے کہا- "آج میں نے ایک عورت دیکھی-" پھر اپنی بات دوبارہ شروع کرتے ہوئے کہنے لگا- "آج میں نے ایک لڑکی دیکھی-" سعد اللہ شاہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولے- "جی آپ کے دیکھنے کے بعد یقیناً وہ عورت سے لڑکی بن گئی ہو گی-"

غلطی اور شاعری

ایک شاعر کو سعد اللہ شاہ نے اس کی فنی غلطیوں کی طرف توجہ دلائی تو وہ بولا- "بڑے شاعروں سے غلطیاں ہوتی ہیں-"

سعد اللہ شاہ نے برجستہ کہا-

"بھئی ان میں شاعری بھی تو ہوتی ہے۔"

چڑیلیں

مسز شائستہ حسین لیکچر دے رہی تھیں۔ موضوع تھا--- مابعد الطبعیات (METE PHYSICAL) انہوں نے مافوق الفطرت مخلوق کا ذکر کرتے ہوئے مشکل محسوس کی اور کہا۔ "وہ طلباء کو اس مخلوق (مثلاً چڑیلوں وغیرہ) کے بارے میں کیسے سمجھائے؟" سعد اللہ شاہ ایک کونے سے بولے۔

"میڈم اس کی ضرورت نہیں ہم ڈیڑھ سال سے دیکھ رہے ہیں۔"

تصویر

معروف ادیب اور مترجم اسیر عابد "سعد اللہ شاہ کے کولیگ تھے۔ جب وہ غالب کا پنجابی ترجمہ چھپوا رہے تھے" تو انہوں نے اپنی تصویر اتروائی۔ سعد اللہ شاہ کو دکھاتے ہوئے کہنے لگے۔ "کچھ اچھی نہیں آئی۔" سعد کہنے لگے۔ "ویسے ٹھیک ہے" لیکن اپنے اطمینان کے لیے ایک اور اتروالیں۔"

"اسیر عابد----اگر پھر بری آئی تو؟"

"سعد-----پھر میری تصویر لگا دینا۔"

ناراضگی

ٹی وی پروڈیوسر سر محمد عظیم کے کمرے میں نوشی گیلانی نے اپنا شعری مجموعہ ”محبتیں جب شمار کرنا“ سعد اللہ شاہ کو پیش کیا- سعد اللہ شاہ نے کہا- ”آج تو دو اچھے تحفے ملے ہیں- ایک اس سے پہلے شمسہ کنول نے اپنی ویڈیو کیسٹ جو ابھی ریلیز ہوئی ہے اسے دی ہے-“

نوشی گیلانی (ناراض ہوتے ہوئے) پھر یہ کتاب مجھے واپس کر دیں-

سعد----اگر شمسہ نے سن لیا تو وہ کیسٹ واپس لے لے گی-

ٹھونک دو

ڈائریکٹر نے دلیپ کمار کی تعریف کرتے ہوئے کہا- ”بہترین اداکاری کی ہے تم نے- پورے منظر میں جان ڈال دی- بالکل حقیقت کا گمان ہو رہا تھا-“

”وجہ جانتے ہو؟“ دلیپ کمار نے پوچھا-

”نہیں-“ ڈائریکٹر نے سر ہلا دیا-

”وجہ یہ ہے کہ میرے ایک جوتے میں دو کیلیں ابھر آئی ہیں-“

خوب خوب! ڈائریکٹر چلایا- ”اگلے سین میں بھی جوتے پہنے رہنا اور ہاں دو کیلیں ہیروئین کے سینڈل میں بھی ٹھونک دو-“

ہاف بیک

ایک روز مشہور موسیقار آرنلڈ شونبرگ کا ایک دوست اس سے ملنے کسی دوسرے شہر سے آیا- آرنلڈ دوست کو لے کر ٹہلنے نکلا- دوست نے دیکھا کہ محلے بھر کے بچے آرنلڈ کو بڑے احترام سے سلام کر رہے ہیں- اس نے تعجب سے کہا-

"کمال ہے- یہ تو میں بھی جانتا تھا کہ تم بہت مشہور ہو- مگر تمہیں یہ بچے تک جانتے ہیں-"

آرنلڈ نے مسکرا کر جواب دیا- "درست ہے مگر اس کا اصل وجہ میرا بیٹا ہے جو شہر کی فٹ بال ٹیم کا ہاف بیک ہے-"

ڈوری

مشہور و معروف فلم اسٹار کلارک گیبل گھٹنے میں چوٹ آجانے کے باعث دو روز کے لیے ہسپتال میں داخل ہوا تو ساری نرسیں اس کی خدمت کے لیے دوڑ پڑیں- خاص طور پر ایک نرس تو اس کی اتنی مداح تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد "کسی نہ کسی بہانے اس کے پاس آ جاتی-

مسٹر گیبل! آخر میں اس نے ایک ڈوری کا سرا کلارک گیبل کے بستر پر رکھتے ہوئے کہا- اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس ڈوری کو کھینچ لینا-

تھینک یو- کلارک گیبل نے مسکرا کر پوچھا-

ڈوری کے دوسرے سرے پر کیا بندھا ہوا ہے؟

جواب میں نرس بھی مسکرائی اور آہستہ سے بولی- "میں"

دو ھلائی

علامہ اقبال کے کالج کے ایام کا واقعہ ہے۔ ان دنوں وہ ہاسٹل میں رہا کرتے تھے۔ علامہ اقبال کے ہم مکتب شہاب الدین بہت سیاہ رنگ کے تھے۔ ایک دن وہ نہا رہے تھے کہ اچانک علامہ اقبال کو شرارت سوجھی انہوں نے سیاہی کی دوات لا کر نالی میں پھینک دی اور اپنے دوسرے ہم مکتب ساتھیوں کو بلا کر لے آئے۔

یہ دیکھو یہ کالا سیال مادہ بہہ رہا ہے۔ تم جانتے ہو کہ کیوں؟

ساتھیوں نے نفی میں سر ہلا دیئے۔

یار تم اتنی بھی بات نہیں سمجھ سکتے "اندر شہاب نہا رہا ہے۔ یہ اس کی دو ھلائی کا میلا پانی ہے۔

رات

ابو الفضل کسی بازار سے گزر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ لمبے قد کا ایک آدمی سر سے پاؤں تک کالی چادر اوڑھے ہوئے جا رہا ہے۔ ابو الفضل اسے دیکھ کر کہنے لگا۔

"سردی کی رات آگئی ہے۔"

علم

علم نحو کا ایک مشہور عالم کشتی میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے کشتی بان سے پوچھا۔ "تو

نے نحو پڑھی ہے؟

کشتی بان--- نہیں میں نے نہیں پڑھی۔

عالم نے کہا۔ افسوس تو نے نحو نہیں پڑھی۔ آدھی عمر ضائع کر دی۔ ماجھی بہت خفیف اور شرمسار ہوا۔ کشتی ساحل کی طرف رواں تھی۔ چلتے چلتے وہ ناگہاں ایک بھور میں پھنس گئی اور ڈوبنے لگی۔ اس افتادہ پر ماجھی نے اس علم نحو کے عالم سے پوچھا۔

تم نے نحو پڑھی ہے تیرنا بھی سیکھا ہے۔

اس نے بے بسی سے کہا۔ نہیں۔

ماجھی بولا۔ افسوس تم نے ساری زندگی ضائع کر دی۔

یہ کہہ کر وہ کشتی سے کود پڑا۔

سودائی

غالب سودا کی شاعری کے مقابلہ میں میر کی شاعری زیادہ پسند کرتے تھے۔ ایک بار کسی شخص نے ان کے سامنے سودا کی تعریف کرنی شروع کی اور سودا کو میر سے بڑھا دیا۔ غالب بولے۔ حضرت! میں تو سمجھتا تھا کہ آپ میری ہیں۔ مگر آج معلوم ہوا کہ نہیں "سودائی" ہیں۔

دل دادہ

غالب کو کسی نو عمر نے خط لکھا اور انہیں دادا کے لفظ سے مخاطب کیا۔ غالب نے

جوابا یہ وضاحت کی۔

"میاں میں تمہارا دادا نہیں بلکہ دل دادہ ہوں۔"

شکر ہے میں آپ کا خاوند نہیں

ایک دفعہ چرچل تقریر کر رہا تھا۔ مخالفین بھی ان کی تقریر سے حظ اٹھا رہے تھے اور انہماک سے سن رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ چرچل کے انداز بیان اور وزنی دلائل سے درحقیقت وہ بھی متاثر ہو رہے تھے۔ مخالفین میں ایک عورت جس کا نام لیڈی ایسٹور تھا بے چین سی نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرہ سے یہ بات عیاں تھی کہ چرچل کی تقریر اسے پسند نہیں ہے۔ دوران تقریر اس نے دو تین مرتبہ مداخلت کرنے کی کوشش کی مگر سامعین نے روکے رکھا۔ بالآخر جب چرچل نے اپنی تقریر ختم کی تو لیڈی ایسٹور کو موقعہ مل گیا۔ وہ فورا کھڑی ہوئی اور چرچل کو مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ "مجھے آپ کی باتیں ہرگز پسند نہیں۔ میں آپ کی بیوی ہوتی تو آپ کو زہر کا پیالہ پلا دیتی۔ مخالفین نے یہ انداز تنقید سن کر زور سے قہقہہ لگایا۔ چرچل کے نزدیک اس کا وزیر بیٹھا تھا۔ لیڈی کی تنقید سن کر اس نے چرچل کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔ مطلب یہ تھا کہ چرچل اس کی تنقید کا جواب دے۔ چرچل دوبارہ کھڑا ہوا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے بعد خاتون سے مخاطب ہو کر بولا۔

شکر ہے میں آپ کا خاوند نہیں ورنہ آپ جیسی بیوی سے جان چھڑانے کے لیے زہر کا پیالہ بڑے شوق سے نوش کرتا۔

بیوقوف

ایک مرتبہ شوکت تھانوی اپنے ناول کے ناشر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی وقت ان کے ناول کا ایک گاہک خریدنے کے سلسلہ میں اسی دوکان پر آگیا اور مطلوبہ ناول طلب کیا۔ ناشر نے گاہک سے شوکت تھانوی کا تعارف کرواتے ہوئے اسے بتایا کہ جس مصنف کا آپ ناول خرید رہے ہیں وہ یہی محترم ہیں۔ گو دیکھنے میں جس قدر بے وقوف دکھائی دیتے ہیں حقیقتاً اتنے بے وقوف نہیں۔ شوکت کب چونکنے والے تھے فوراً بولے۔ جناب مجھ میں اور میرے ناشر میں یہی فرق ہی کہ یہ دیکھنے میں جتنے بے وقوف ہیں اتنے چہرے سے معلوم نہیں ہوتے۔

بیوہ حفیظ

ابوالاثر حفیظ جالندھری نے عمر ڈھلنے کے وقت ایک غیر ملکی خاتون سے شادی کرنے کے سلسلہ میں شوکت تھانوی سے مشورہ کیا اور اس کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرنا چاہی۔ شوکت صاحب نے کہا۔ ”حفیظ صاحب! آپ جلد شادی کر لیں ورنہ تاخیر کی صورت میں ایسا نہ ہو کہ وہ بیوہ حفیظ بن جائے۔“

ماں نہیں رہی

شوکت تھانوی نے ایک مرتبہ یورپ جانے کا پروگرام بنایا۔ روانگی سے پہلے

دوست نے دریافت کرنا چاہا کہ روانگی کب ہو گی۔ شوکت صاحب نے بتایا کہ دوست کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ آپ کی بھابھی سدراہ بنی ہوئی ہیں۔ اور اسے وہم ہو گیا ہے کہ اگر میں یورپ گیا تو میں میم ضرور لاؤں گا۔ حالانکہ میں نے اسے حلفیہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ اول تو میں میم لاؤں گا ہی نہیں۔ اور اگر مجھے میم لانا پڑی تو آپ کے لیے بھی ایک صاحب ضرور لاؤں گا۔ مگر وہ مان ہی نہیں رہی۔

بارہ سنگھا

متحدہ ہندوستان کے زمانہ میں پنجاب یونیورسٹی کے راجسٹرار ایس پی سنگھا ہوا کرتے تھے۔ وہ بہت کثیر اولاد تھے۔ چنانچہ ان کے گیارہ لڑکوں کے نام کا جز بھی سنگھار کھا گیا تھا۔ بارہویں بچے کی پیدائش پر ان کے نام رکھنے کے بارہ میں انہوں نے شوکت تھانوی سے مشورہ طلب کیا تو شوکت صاحب نے بے ساختہ بتایا۔

"بارہ سنگھار کھ لیجئے۔"

دوسری بیوی

شوکت صاحب ایک دفعہ بذریعہ ریل کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ ان کی بیگم بھی ان کے ہمسفر تھیں۔ ان کی ڈبہ میں نچلی سیٹ بک ہوئی تھی۔ اور اس سیٹ کے اوپر ایک موٹے تازے آدمی ڈیرہ جمائے بیٹھے تھے۔ شوکت صاحب نے کن انکھیوں سے دیکھا پھر غور سے ٹکٹکی لگا کر آسمان کی طرف جھانکتے ہوئے گویا ہوئے۔ "سبحان اللہ! اللہ کی قدرت!" اوپر والا

مسافر سمجھا کہ شاید وہ ان سے مخاطب ہیں اور پوچھا جناب مجھے کچھ کہا ہے؟

"جی ہاں" شوکت صاحب نے جواب دیا۔ "کوئی لڑکی آپ کی نظر میں ہے۔"

"کیوں؟" مسافر نے دریافت کیا۔

"میں اس سے شادی کروں گا۔" شوکت نے جواب دیا۔

"واہ! آپ کی بیوی ہے تو سہی۔" مسافر بولا۔

"سوچتا ہوں۔" شوکت صاحب بولے۔ "جب آپ نیچے اتریں گے تو لامحالہ ضرور گریں گے اور میری یہ بیوی یقیناً شہید ہو جائے گی۔ اس لیے پیشگی انتظام کا سوچ رہا ہوں۔"

چپت

شوکت تھانوی ایک مرتبہ شدید مرض میں مبتلا ہو گئے۔ بیماری کے ردعمل نے ان کے سر کے سارے بال بھسم کر دیئے اور سر چٹیل میدان نظر آنے لگا۔ بیماری سے کچھ افاقہ ہونے لگا۔ دوست احباب عیادت کو آنے لگے۔ گنجے سر کو دیکھ کر متعجب ہوئے۔ پوچھا شوکت صاحب یہ کیا اور کیسے ہوا۔ تو شوکت صاحب بڑے اعتماد سے گویا ہوئے۔ "ملک الموت آئے تھے۔ صورت دیکھ کر ترس کھا گئے۔ سر پر ایک چپت رسید کر کے واپس چلے گئے۔"

تھانہ

اپوا کے زیر اہتمام کراچی میں ایک محفل مشاعرہ منعقد ہوئی۔ پطرس بخاری اس مشاعرے کی صدارت کر رہے تھے اور شوکت تھانوی اس محفل کے منتظم۔ مشاعرہ شروع ہونے سے پہلے اپنے صدارتی خطاب میں بخاری صاحب نے کہا کہ یہ اپوا کا مشاعرہ ہے اور محترم شوکت تھانوی صاحب اس محفل مشاعرہ کے منتظم کی حیثیت سے میرے پاس فرمائش لے کر آئے ہیں کہ میں اس مشاعرہ کی صدارت قبول کروں۔ میری یہ کمزوری یہ ہے کہ میں ان کے حکم سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ اگرچہ مجھے ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ شوکت صاحب کا تعلق کس تھانے سے ہے (واضح ہو کہ تھانوی سے مراد قصبہ تھانہ سے ہے کسی پولیس اسٹیشن سے نہیں۔ بخاری صاحب نے نکتہ پیدا کرنے کی خاطر اسے پولیس اسٹیشن فرض کیا تھا) وہ بولے شوکت تھانوی کا تعلق کسی بھی تھانے سے ہو مگر اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں۔ اے ماؤں" بہو "بیٹیو تھانے کی شوکت تم سے ہے۔" ساری محفل اس نکتہ آفرینی پر کشت زعفران بن گئی۔

منافقت

ایک مشاعرے میں ایک نو آموز لڑکا اپنا کلام سنا رہا تھا۔ وزن سے آزاد" قافیہ" ردیف سے بے نیاز اور بے ربط غزل تھی۔ جوش ملیح آبادی بھی شریک مشاعرہ تھے اور اس بے ڈھنگی غزل کے ہر مصرعہ پر داد کے ڈونگرے برسائے جا رہے تھے۔ گوپی ناتھ امن کچھ دیر تک تو خاموشی سے دیکھتے رہے۔ آخر نہ رہا گیا اور جوش صاحب کو مخاطب کر کے بولے حضرت یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔

جوش نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "منافقت" اور پھر داد دینے میں مصروف ہو گئے۔

زحمت انتظار

ایک دفعہ جوش مولانا ابو لکلام سے ملنے ان کی رہائش گاہ پر گئے۔ مولانا بے حد مصروف شخصیت تھے۔ جب جوش پہنچے تو دیکھا کہ ملاقاتیوں کا رش پہلے ہی وہاں موجود تھا۔ ملاقات کے لیے اپنی باری کے انتظار میں کچھ دیر تک بیٹھے رہے۔ گرمی کا موسم تھا زیادہ دیر تک انتظار کرنا ممکن نہ رہا تو ایک چٹ پر یہ شعر لکھ کر اردلی کے ہاتھ پہنچا دیا۔

نامناسب ہے خون کھولانا
پھر کسی اور وقت مولانا

مولانا نے شعر پڑھتے ہی انہیں اندر بلا لیا۔

معیاری داد

جوش ایک مرتبہ بمبئی میں منعقدہ مشاعرہ میں شریک ہوئے۔ انہوں نے ایک نظم "گل بدنی" لکھی تھی۔ جس کی بہت شہرت ہوئی تھی۔ چنانچہ سامعین نے یہی نظم سننے کی فرمائش کی۔ جوش نے یہ نظم پڑھنا شروع کی تو لوگوں نے واہ واہ "سبحان اللہ" کے ڈونگرے برسا دیئے۔ نظم پڑھتے ہوئے جب انہوں نے وہ خاص بند سنایا جسے تمام نظم کا ماحصل کہنا چاہیے تو کنور مہندر سنگھ بیدی اٹھ کر سٹیج پر آ گئے اور بغلگیر ہوتے ہوئے بولے۔

"ایک پٹھان اور اتنی معیاری نظم۔"

جوش صاحب گویا ہوئے:

"ایک سکھ اور یہ معیاری داد۔"

وجود کیا ہوگا

عبدالحمید عدم بھاری بھرکم جسہ کی شخصیت تھی۔ قد و قامت اور بھاری جسم کے سبب پہلوان معلوم ہوتے تھے۔ وہ ایک مرتبہ جوش سے ملنے آئے۔ جوش نے پہلے سے اس کی شبیہ کے متعلق جو تصور قائم کر رکھا تھا اس سے مختلف پا کر ان کے ڈیل ڈول کو بغور دیکھ کر بولے:

ارے اگر عدم ایسا ہے تو پھر وجود کیا ہوگا۔

پدری زبان

جوش تقسیم کے بعد ہندوستان ہی میں رک گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد محسوس ہوا کہ غلط کیا گیا ہے چنانچہ پاکستان منتقل ہونے کی کوششیں شروع ہو گئیں۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے پاکستان کے ایک بااختیار وزیر کو خط لکھا۔ خط اردو رسم الخط میں تھا۔ وزیر موصوف نے ان کے خط کا جواب انگریزی میں دیا۔ جوش نے مکرر انہیں خط لکھا۔ جس میں مافی الضمیر کے علاوہ یہ فقرہ ان کی طبع رسا کا آئینہ دار ہے لکھا:

"جناب والا! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ میرے اپنی مادری زبان میں لکھے گئے

خط کا جواب آپ اپنی پدری زبان میں تحریر فرما رہے ہیں۔

یا عجب! ثم العجب!!

جوش صاحب کے پاکستان میں سکونت پذیر ہونے کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے بنگلہ پر چند شعرائے کرام جمع تھے۔ خواتین میں پاکستان کی نہایت بلند پایہ شاعرہ پروین شاکرہ (مرحومہ) بھی شامل محفل تھیں۔ جوش صاحب نے مہمانوں کے لیے چائے منگوائی۔ اور پروین شاکر کو اشارہ کیا کہ وہ چائے بنانے کا فریضہ انجام دے۔ چنانچہ پروین شاکر نے چائے بنانے کی ڈیوٹی سنبھال لی۔ وہ ہر مہمان سے فرداً فرداً پوچھے جا رہی تھی کہ اس کے کپ میں چینی اور دودھ کیا ہو؟ آخر میں انہوں نے جوش سے دریافت کیا "آپ کے لیے چینی کتنی؟" "ایک چمچ" جوش صاحب نے جواب دیا۔ اور دودھ؟ پروین نے مکرر دریافت کیا: "بس دکھا دو" جواب ملا۔ اس پر محفل کشت زعفران نظر آنے لگی۔

کلام مجید

پطرس بخاری بہت پائے کے ادیب تھے۔ ایک مرتبہ کرنل مجید ان کو ملنے آئے۔ کرنل صاحب اچھے خاصے شاعر بھی تھے۔ بخاری صاحب سے کہنے لگے کہ آئندہ آپ اپنے مضامین کے مجموعہ کا نام "صحیح بخاری" رکھ لیں۔ بخاری صاحب اس مذاق سے بہت محظوظ ہوئے اور مسکرا کر مشورہ دیا کہ میں آپ کے کہنے پر ایک شرط عمل کر سکتا ہوں کہ آپ اپنے نظموں کے مجموعہ کو "کلام مجید" کے نام سے چھپوائیں گے۔

تشریف رکھیں

ایک مرتبہ کوئی اعلیٰ افسر بخاری صاحب کو ملنے کے لیے آیا- بخاری صاحب نے عام معمول کے مطابق انہیں تشریف رکھنے کو کہا- افسر نے محسوس کیا کہ ان کے عہدہ کے مطابق ان کی پذیرائی نہیں ہوئی- چنانچہ انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ میں فلاں محکمہ کا ڈائریکٹر ہوں- مقصد یہ تھا کہ بخاری صاحب کو مرعوب کیا جائے-

اس پر بخاری صاحب نے فرمایا- "تو آپ دو کرسیوں پر تشریف رکھیں-"

وہ بے چارہ بہت نادم ہوا-

صحیح بخاری

"احمد شاہ بخاری (پطرس) کے کسی دوست نے ایک مرتبہ کسی بزرگ سے ان کا تعارف کرایا- یہ بزرگ پطرس کے چھوٹے بھائی سید ذوالفقار علی شاہ بخاری کو جانتے تھے چنانچہ یہ کہہ کر تعارف کرایا گیا کہ یہ ذوالفقار علی شاہ کے بڑے بھائی سید احمد شاہ بخاری ہیں-

بزرگ نے برجستہ کہا تو یوں نہیں کہتے کہ یہ صحیح بخاری ہیں-

زبان درازی اچھی نہیں ہوتی

گوپی چند امن معروف شاعر تھے- حلقہ احباب وسیع تھا- نہایت متحمل مزاج اور بردبار شخصیت کے حامل تھے- بیمار ہو گئے- بیماری لمبی ہوتی گئی- حتیٰ کہ قریب المرگ پہنچ

گئے- اس حالت میں بذلہ سنجی ملاحظہ ہو- ڈاکٹر صاحب چیک کر رہے تھے- زبان نکال کر دکھانے کو کہا تو بولے بھئی زبان درازی اچھی نہیں ہوتی-

دوگانہ

چھٹی دہائی کے دوران ایک سال ہندوپاک مشاعرہ میں شمولیت کے لیے پاکستان سے کچھ شاعر ہندوستان گئے- مشاعرہ پڑھنے کی ترتیب میں حفیظ جالندھری نے سب سے آخر میں اپنا کلام سنایا تھا- ان کے بعد حسب دستور صاحب صدر گوپی ناتھ امن کو بحیثیت صدر اپنا کلام پڑھنے کو بلایا جانا تھا- مگر آداب مشاعرہ میں یہ قاعدہ ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ شاعر کے مرتبہ کا خیال رکھا جائے اور سینئر شعرا کو ترتیب وار حسب مراتب کلام پڑھنے کا موقع دیا جاتا ہے- حفیظ صاحب کو بلایا گیا تو وہ سٹیج پر آگئے اور کہا کہ حفیظ صاحب سے پہلے میں پڑھوں گا- مطلب یہ ظاہر کرنا تھا کہ حفیظ گوپی چند سے سینئر ہیں- اور وہ اس احترام کے حق دار ہیں- چنانچہ امن نے حفیظ سے پہلے پڑھنا چاہا- حفیظ صاحب بولے کہ بھئی یہ خلاف ضابطہ ہے اور پہلے میں پڑھوں گا- امن نے اپنا پرچہ نکالا اور سامعین سے مخاطب ہو کر کہا:

"حضرات! اب دوگانہ ہوگا-"

حفیظ صاحب مسکراتے ہوئے سٹیج سے اتر آئے اور بولے :

"بھائی میں ہار گیا-"

نئی روایت

ممتاز حیدر صاحبہ گرلز کالج علی گڑھ کی پرنسپل تھیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ رشید احمد صدیقی کو خط لکھا کہ گرلز کالج کی میٹنگ کے لیے تاریخ مقرر کردیں۔ رشید صاحب نے جواب دیا کہ محترمہ نئی روایت قائم نہ کرو۔ تاریخ تو ہمیشہ لڑکی والوں کی طرف سے مقرر کی جاتی ہے۔ آپ مجھے لکھ رہی ہیں کہ تاریخ میں مقرر کروں۔

میرا گھر

ایک روز عرفانی صاحب رشید احمد صدیقی سے ملنے آئے۔ رشید صاحب کو اطلاع بھجوائی۔ اس دوران وہ بڑے انہماک سے گلاب کے پودے دیکھتے رہے۔ خیال گزرا کہ رشید صاحب کے ذوق کی تعریف کرنا چاہیے۔ اتنے میں رشید صاحب تشریف لے آئے۔ دیکھا کہ عرفانی صاحب گلاب کے پودوں کو بڑے انہماک سے تک رہے ہیں تو ارتجالاً دریافت کیا کہ عرفان صاحب اتنے غور سے کیا دیکھا جا رہا ہے۔ عرفان صاحب نے جواب دیا کہ پھلوں کی اس آرائش اور خوبصورتی کو دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ ان پر قربان ہو جاؤں اور انہی گلابوں کے بیچوں بیچ میری قبر بنے۔

رشید صاحب معنی خیز انداز میں مسکرائے اور کہنے لگے کہ صاحب آگرہ سے دہلی تک بہت سی جگہیں تھیں۔ نا معلوم آپ نے قبرستان بنانے کے لیے میرے ہی گھر کا انتخاب کیوں کیا ہے۔

تخلیق شروع کردی

ڈاکٹر آمنہ خاتون مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں انشا پر پی ایچ ڈی کے لیے کام کر رہی تھیں۔ ان دنوں رشید احمد صدیقی وہاں اس شعبہ کے صدر ہوا کرتے تھے۔ اسی دوران آمنہ کے ہاں بچے کی ولادت کے دن قریب آگئے اور انہوں نے رخصت کے لیے درخواست دی۔ درخواست جب رشید احمد کے پاس برائے منظور پہنچی تو انہوں نے چھٹی لینے کی وجہ دریافت کی۔ جب رشید صاحب کو معلوم ہوا کہ آمنہ ماں بننے والی ہے تو کہنے لگے۔ "ہم نے تو آمنہ کو تحقیق کے لیے بلایا تھا انہوں نے تخلیق شروع کر دی ہے۔"

کیا پتے کی بات ہے

علی گڑھ میں ایک ان پڑھ مگر صحبت یافتہ صاحب ہوا کرتے تھے۔ لوگ انہیں استاد چھوہارہ کہہ کر پکارتے تھے۔ جہاں بھی کہیں کوئی ادبی محفل یا مشاعرہ ہوتا یہ وہیں پہنچ جایا کرتا۔ ایک دفعہ ایک اجلاس ہو رہا تھا۔ رشید صاحب اس کی صدرات کر رہے تھے جب سب لوگ اپنی اپنی باری پر تقاریر کر چکے تو رشید صاحب نے استاد چھوہارا کو مخاطب کر کے کہا: استاد! آپ بھی کچھ کہیں۔ "حضور میں جاہل آدمی ہوں۔" چھوہارا نے جواب دیا۔ "بھلا میں اس موضوع پر کیا کہہ سکتا ہوں۔" رشید صاحب نے کہا۔ "نہیں استاد ایسی کوئی بات نہیں کبھی کبھی جاہل آدمی بھی بڑے پتے کی بات کہہ جاتا ہے۔"

استاد چھوہارا نے برجستہ کہا:

"کیا پتے کی بات کہی ہے آپ نے۔"

امت

ایک دفعہ بچے شرارتیں کر رہے تھے۔ شوروغل میں رشید صاحب مداخلت سے تنگ آگئے۔ ایک دو بار بچوں کو سمجھایا بھی۔ مگر بچے تھے باز نہ آئے۔ آخر اپنی بیگم کو آواز دی اور اس سے کہنے لگے: بیگم اپنی امت کو سنبھالو مجھے کام نہیں کرنے دیتے۔"

"میری امت سے آپ کا کیا مطلب ہے۔" بیگم بولی۔ "میں انہیں جہیز میں لے کر تو نہیں آئی تھی۔"

"مگر!" رشید صاحب بولے۔ "میں بھی انہیں اپنی بارات میں ساتھ لے کر نہیں گیا تھا۔"

سنگسار

حکیم عبداللطیف اور رشید صاحب نینی تال میں تھے۔ شام کے وقت سیر کو نکلے تو کچھ دیر سستانے کو ایک جگہ ٹھہر گئے۔ ان سے بلندی پر کچھ خواتین بیٹھی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ان کی طرف سے دو چار کنکر لڑھک کر نیچے آئے اور ان میں سے ایک رشید صاحب کے چشمے پر لگا۔ رشید صاحب نے حکیم صاحب کو مخاطب کر کے کہا:

"حکیم صاحب آپ نے کچھ کیا ہو تو کیا ہو لیکن سنگسار میں کیا جا رہا ہوں۔"

وائرلیس سسٹم

ایک لاف زن ادیب ایک محفل میں ذکر کر رہے تھے کہ میں نے اپنے گاؤں میں مکان تعمیر کرنا تھا-بنیادیں کھودی جا رہی تھیں کہ بجلی کی تاریں بر آمد ہوئیں' نہایت زنگ خوردہ-بوسیدہ اور از کار رفتہ-اندازہ ہے کہ یہ دو اڑھائی ہزار سال پرانی ہوں گی-اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں اس زمانہ میں بھی بجلی موجود ہو گئی-فراق صاحب بھی اس مجلس میں موجود تھے-فوراً بولے:

"جی ہاں! درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ میں نے جب مکان کی بنیاد کھدوائی تو نیچے سے کوئی چیز بر آمد نہیں ہوئی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے فوراً بعد ترقی ہوئی ہو گی اور اس کے بعد وائرلیس سسٹم رائج ہو گیا ہو گا-"

معشوق لکھ دو

فراق اور ساحر ہوشیار پوری ایک مرتبہ پاکستان میں مطالعاتی دورہ پر اکٹھے سفر کر رہے تھے-وہ ایک جگہ شب باشی کے لیے کسی ہوسٹل میں چلے گئے-گیٹ پر ہوٹل میں داخلہ کا رجسٹر رکھا تھا-ساحر نے اس میں خانہ پری شروع کر دی-اندراجات کرتے کرتے جب پیشہ کے خانہ پر پہنچے تو ساحر نے فراق کی طرف دیکھا اور پوچھا میں اپنا پیشہ کیا لکھوں-

"معشوق لکھ دو-" فراق نے مشورہ دیا-"اس عمر میں----؟" ساحر نے پوچھا-

"تو کیا ہوا-" فراق نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا-"ساتھ پنشن یافتہ کے الفاظ کا اضافہ کر دو-"

زندہ مثال

ڈاکٹر اعجاز حسین الہ آباد یونیورسٹی میں اپنی غزل پڑھ رہے تھے۔ فراق صاحب بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔ اعجاز صاحب کو درمیان میں روک کر سوال کیا: "کہ کیوں اعجاز صاحب غزل گو شعرا کو بالعموم بد کردار کیوں کہا جاتا ہے۔"

"ایسا کہنے یا سمجھنے والوں کے سامنے آپ کی زندہ مثال جو موجود ہوتی ہے۔" اعجاز صاحب نے برجستہ جواب دیا۔

فراق صاحب کچھ بولنا چاہتے تھے مگر ان کی آواز قہقہوں میں دب کر رہ گئی۔

فزیکلی کمزور

شروع میں فراق جسمانی طور پر دبلے پتلے اور لاغر سے ہوا کرتے تھے۔ وہ سکول میں دسویں جماعت کے طالب علم تھے تو ایک دن سکول کے ہیڈ ماسٹر نے انہیں پوچھا: "کیا وجہ ہے کہ تم ہر مضمون میں ٹاپ کر رہے ہو اور اس کے برعکس فزکس میں ہمیشہ فیل ہو جاتے ہو؟" فراق نے فوری جواب دیا:

"سر آپ دیکھ نہیں رہے کہ میں پیدائشی طور پر ہی فزیکلی کمزور ہوں۔"

آپ ہی کا انداز ہے

عمیق حنفی بھوپال میں منعقدہ ایک شعری نشست میں جھوم جھوم کر اپنی غزل سنا

رہے تھے۔

آوارگان شہر ہمیں گردانتے تو ہیں
چلئے! کسی طرح وہ ہمیں مانتے تو ہیں

اور جب غزل کا یہ شعر پڑھا:

محفل میں اپنی بات پہ ناراض ہی سہی
تنہائیوں میں اپنا کہا مانتے تو ہیں

برق نے اونچی آواز میں داد دینے کے انداز میں کہا: "اچھا ہے۔اچھا ہے مگر محفل میں سنانے کا نہیں۔"

عمیق نے فی البدیہہ جواب دیا: "حضور یہ آپ ہی کا انداز ہے۔"

حاضرین اس چوٹ پر عش عش کر اٹھے۔

گفٹ

ٹوئین سے دوستوں نے سگریٹ ترک کرنے کو کہا مگر وہ اتنا زیادہ عادی ہو چکا تھا کہ اس کے لیے سگریٹ سے جان چھڑانا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میرے لیے سگریٹ پینا نہ پینے کی نسبت آسان ہے۔ وہ مثال دیتا اور کہتا کہ مجھے تو ایک بار پرانی چھتری سے جان چھڑانا تھی۔ وہ میں نے کوڑے کے ڈرم میں پھینک دی۔ صفائی والے نے پہچان لی اور وہ چھتری مجھے گھر آکر دے گیا۔ میں نے اسے سڑک پر پھینک دیا۔ اتفاقاً محلّہ دار کے ہاتھ لگ گئی اور وہ چھتری مجھے واپس کر گئے۔ آخر کار تنگ آکر میں نے یہی چھتری کسی دوست کے ہاتھ ادھار فروخت کر دی اس کے بعد میں نے اس چھتری کی شکل دیکھی اور نہ دوست کی جسے یہ ادھار دی گئی تھی۔ ٹوئین دوستوں کو سگریٹ چھوڑنے والا ایک قصہ بھی سنایا کرتا۔ وہ کہتا کہ

مشہور اداکار گریگری پیک اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے کہ میرے ڈاکٹر نے مجھے نصیحت کی کہ آپ کی صحت کے لیے سگریٹ نوشی سخت ضرر رساں ہے۔ اس لیے سگریٹ کو فوراً ترک کر دو۔ اس نے ڈاکٹر سے وعدہ کیا کہ آج کے بعد وہ سگریٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے۔ اس پر ڈاکٹر بہت خوش ہوا اور بولا کہ چونکہ آپ اب سگریٹ چھوڑ ہی رہے ہو تو اس خوشی میں یہ سونے کا لائٹر مجھے گفٹ کر دو۔

ہمیشہ کھڑے رہنا پڑتا ہے

مارک ٹوئین حجامت بنوا رہے تھے۔ اور جیسا کہ عام طور پر دیکھا گیا ہے نائی لوگ باتوں کے دھنی ہوتے ہیں۔ دراصل یہ ان کے پیشہ کا تقاضا بھی ہے کہ دوران حجامت گاہک کو باتوں میں مصروف رکھا جائے۔ نائی کے لیے مارک اجنبی تھا۔ حجامت بنانے کے دوران اس نے اطلاعی انداز میں مارک سے کہا: ”کہ بھائی آج ہمارے قصبے میں مشہور مقرر مارک ٹوئین تقریر کر رہا ہے۔“

”مجھے معلوم ہے۔“ مارک نے جواب دیا۔

”کیا آپ اس کی تقریر سننا پسند کریں گے۔“ نائی نے دریافت کیا۔

”ضرور!“ مارک نے جواب دیا۔

”تو کیا آپ نے سیٹ بک کرالی ہے۔“ نائی نے پوچھا۔ اگر نہیں تو رش کی وجہ سے آپ کو کھڑے رہنا ہوگا۔

”مجھے ان کی تقریر کے دوران ہمیشہ کھڑے رہنا پڑتا ہے۔“ ٹوئین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

شمار

الزبتھ ٹیلر کی چوتھی شادی ایڈی نشر سے ہونا قرار پائی تو اس کے ایک دوست نے کہا: "دوست آج تمہاری زندگی کا خوشگوار ترین دن ہے۔" ایڈی نے کہا: "بھائی میری شادی تو کل ہو رہی ہے۔" دوست نے کہا: "اسی لیے تو آج کا دن خوشگوار شمار ہوگا۔"

بیوی

اتفاق سے یہ چوتھی شادی بھی ناکام ہو گئی۔ اس نے پانچویں شادی رچرڈ برٹن سے کی۔ کسی نے اس سے پوچھا: "کہ آپ نے رچرڈ سے دوبارہ طلاق کیوں لی؟" تو اس نے جواب دیا:

"دوبارہ طلاق اس لیے لینا پڑی کہ میں نے اس سے دوبارہ شادی کرنے کی غلطی کی تھی۔" جب وہ دوبارہ رچرڈ سے شادی کر رہی تھی تو ایک اداکارہ نے دوسری سے کہا:

"دیکھو الزبتھ اپنے سابق خاوند سے شادی کر رہی ہے۔" تو دوسری نے جواب دیا: مجھے تو نہیں پتہ تھا کہ الزبتھ خاوندوں کا حساب حروف تہجی میں رکھتی ہے اور چھ ماہ بعد ہی طلاق ہو گئی۔ طلاق کے وقت الزبتھ ٹیلر نے رچرڈ سے کہا: "تمہیں مجھ جیسی بیوی کبھی نہیں ملے گی۔" تو رچرڈ نے جواب دیا: "بالکل! اسی امید پر تو طلاق لے رہا ہوں خدا کرے آپ جیسی بیوی مجھے نہ ملے۔"

دوسرا خاوند

الزبتھ ٹیلر سے کسی نے پوچھا: "آپ کا پسندیدہ اداکار جس کی پرفارمنس (کارکردگی) سے آپ متاثر ہوئی ہوں کون ہے؟"

جواب دیا: "خاوند۔"

سوال کرنے والے نے مزید دریافت کیا: "اس کے علاوہ کوئی دوسرا پسندیدہ اداکار۔"

بولی: "دوسرا خاوند۔"

تحفہ

ایک مرتبہ الزبتھ ٹیلر کی بیٹی نے ماں سے فرمائش کی اب کے سالگرہ پر مجھے کوئی نیا تحفہ دیں۔ تو الزبتھ نے تکمیل فرمائش کے سلسلہ میں اسے ایک نیاباپ تحفہ میں دیا۔

اعزاز

ایک دفعہ الزبتھ ٹیلر نے کسی سے پوچھا کہ آپ کی ٹاپ ٹین (اولین دس) پسندیدہ شخصیتیں کون ہیں؟ اس نے بلا تامل جواب دیا: "کہ میری اولین نو پسندیدہ شخصیتوں میں تو میرے وہ نو خاوند ہیں جن میں سے تین نے مجھے طلاق دی اور چھ وہ جن کو میں نے طلاق دی تھی، دسویں پسندیدہ شخصیت کے بارہ میں ابھی سوچ رہی ہوں کہ کس خوش نصیب کو یہ اعزاز

بخشوں۔"

مشق

الزبتھ ٹیلر ایک مرتبہ ایسے شخص سے شادی کرنے کا سوچ رہی تھی جس سے دوبارہ پہلے علیحدگی ہو چکی تھی۔ ہجولیوں میں سے کسی نے پوچھا: "کہ آخر یہ شخص کیوں تمہیں اتنا پسند ہے بار بار اس کی جھولی میں گر رہی ہو۔" تو اس نے بلا سوچے فوراً جواب دیا:

"اس شخص میں فوری طور پر طلاق دینے کی صلاحیت ہے اور علیحدگی کے وقت کچھ زیادہ تردد نہیں کرنا پڑتا اسے طلاق دینے کی مشق ہو چکی ہے۔"

بو

ایک دن شاہ عالم نے کسی غزل کے لیے تقاضا کیا۔ مرزا کی طبیعت حاضر نہیں تھی۔ انہوں نے عذر کیا کہ طبیعت کی عدم حاضری کے سبب وہ فرمائش کی تکمیل سے قاصر ہیں۔ شاہ عالم نے برا منایا۔ دریافت کیا: "بھئی مرزا کتنی غزلیں روز کہہ لیتے ہو۔" مرزا نے جواب دیا: "کہ طبیعت حاضر آجائے تو دو چار شعر کہہ لیتا ہوں ورنہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔"

بادشاہ نے طنزاً کہا: "بڑے شاعر بنے بیٹھے ہو۔ میں تو بیت الخلا میں بیٹھے بیٹھے دو تین غزلیں کہہ لیتا ہوں۔" مرزا نے دست بستہ عرض کی: "جبھی تو آپ کے اشعار سے بو بھی تو ویسی ہی آتی ہے۔"

بے شک

ایک مرتبہ سید انشاء اور مرزا سودا کسی مشاعرہ میں اکٹھے ہوئے۔ انشاء اٹھتی جوانی کے دور میں تھے اور مرزا سودا اپنی عمر کی آخری منازل طے کر رہے تھے۔ انشاء کی باری آئی اس نے غزل پڑھنا شروع کی:

جھڑکی ادا سہی چین بہ جبیں سہی
سب کچھ سہی۔ پر ایک نہیں کی نہیں سہی

اور جب انشاء نے غزل کا یہ شعر ذرا نخرے سے پڑھا:

گر نازنین کہے سے برا مانتے ہو تم
میری طرف تو دیکھئے! میں نازنین سہی

مرزا بولے: "بے شک' بے شک۔"

محفل قہقہوں سے گونج اٹھی۔

رام اور سیتا

مولانا محمد علی رام پور کے رہنے والے تھے۔ انہیں ایک دفعہ سیتاپور جانے کا اتفاق ہوا۔ کھانے کے منتظمین نے دریافت کیا: "مولانا! آپ کوئی میٹھی ڈش تو پسند نہیں کریں گے۔" کیونکہ مولانا شوگر کے مریض تھے اور میٹھا کھانا کھانے سے ڈاکٹروں نے منع کر رکھا تھا۔ مولانا نے جواب دیا: "بھئی، میٹھا بے شک میرے لیے شجر ممنوعہ ہے مگر سسرال کے

گھر سے تو میں میٹھا کھانے سے انکار نہیں کر سکتا۔" سسرال کے لفظ سے میزبان چونکے اور مولانا سے دریافت کیا: "حضرت! ہمیں تو معلوم نہیں تھا کہ آپ کے سسرال سیتاپور میں ہیں۔"

مولانا بولے: "ارے رام پور سے سیتاپور آیا ہوں۔ آپ کو ابھی تک رام اور سیتا کا رشتہ کا بھی پتہ نہیں۔"

شوہر

مولانا محمد علی تین بھائی تھے۔ مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی اور مولانا ذوالفقار علی۔ مولانا شوکت علی منجھلے تھے۔ باون سال کی عمر میں ایک اٹلی کی خاتون سے شادی کر لی۔ اخبار والے ایسے موقعوں پر چسکے لے لے کر خبریں حاصل کرتے ہیں اور سوالات کرنے کے بعد مولانا شوکت علی سے پوچھا کہ مولانا محمد علی جوہر تخلص کرتے ہیں اور آپ کے چھوٹے بھائی گوہر ہیں۔ آپ کا کیا تخلص ہے؟

"شوہر۔" مولانا نے فوراً جواب دیا۔

انگریزی

ایک مرتبہ شملہ میں ایک کانفرنس ہو رہی تھی۔ مولانا محمد علی جوہر حسب معمول نہایت سادہ لباس میں شریک کانفرنس تھے۔ گفتگو اردو زبان میں ہو رہی تھی۔ کسی بات پر الجھاؤ پیدا ہو گیا۔ مولانا محمد علی نے جوش خطابت میں انگریزی میں بولنا شروع کر دیا اور

سب لوگوں کو لاجواب کر دیا- مجلس میں ایک ہندو رانی بھی شریک تھی- مولانا کو انگریزی بولتے دیکھ کر ششدر رہ گئی-ایک مولوی کو یوں فر فر انگریزی بولتے دیکھ کر پوچھا:

"مولانا آپ نے اتنی شستہ انگریزی کہاں سے سیکھی ہے؟" مولانا نے جواب دیا: "انگریزی میں نے ایک معمولی سے قصبہ میں سیکھی ہے؟"

رانی نے حیران ہو کر پوچھا: "مولانا کیا نام ہے اس قصبے کا؟"

"آکسفورڈ-" مولانا نے بتایا- مولانا کی اس جواب پر ساری محفل کھلکھلا کر ہنس دی-

تبادلہ

ایک مرتبہ تحریک خلافت اور ترک موالات کے سلسلہ میں آپ بیجاپور جیل میں قید بھگت رہے تھے-ایک روز حسب معمول جیل کا معائنہ کرنے کے لیے انگریز کلکٹر جیل میں آیا اور عادت کے مطابق مولانا کو زچ کرنے کی غرض سے کہنے لگا :

"مولانا یہ جگہ بہت عمدہ ہے-آپ یقیناً آرام سے ہوں گے-"

مولانا کو کلکٹر کے محل نما بنگلہ کے متعلق معلوم تھا-انہوں نے جواب دیا:

"اگر آپ کا یہی خیال ہے تو کیوں نہ ہم اپنی اپنی اقامت گاہوں کا تبادلہ کر لیں-"

شکایت

مولانا محمد علی- شوکت علی (برادران) تحریک خلافت کے بانی راہنما تھے-انہیں

علامہ اقبال سے شکایت تھی کہ علامہ صاحب تحریک میں عملاً حصہ نہیں لے رہے۔ مولانا محمد علی خود علامہ اقبال کے پاس آئے اور سخت الفاظ میں گویا ہوئے: "ظالم تو نے لوگوں کو گرما کر ان کی زندگیوں میں ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ خود کسی کام میں حصہ نہیں لیتے۔" ڈاکٹر اقبال نے تحمل سے سب کچھ سن کر جواب دیا: "تم بالکل بے سمجھ ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تو قوم کا قوال ہوں۔ اپنی قوالی سے قوم کو وجد میں لا سکتا ہوں۔ اگر قوال وجد میں آ کر خود جھومنے لگے تو قوالی ہی ختم ہو جائے گی۔"

شاہی لبادہ

ایک دن بادشاہ نے بڑی شاندار ضیافت دی جس میں بڑے بڑے امرا، روسا اور حکام مدعو تھے۔ اس موقع پر بادشاہ نے ملا نصیر الدین کو بھی بلایا۔ دعوت کے بعد بادشاہ نے ہر مہمان کو قیمتی لبادہ تحفے میں دیا لیکن ملا کو ٹاٹ کا ٹکڑا تھما دیا جو گدھے کی پیٹھ پر رکھا جاتا تھا۔ آفندی نے بڑے ادب سے بادشاہ کے ہاتھ سے ٹاٹ لیا، کئی بار جھک کر شکریہ ادا کیا اور پھر تمام مہمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا:

"حضرات! بادشاہ سلامت نے آپ لوگوں کو جو ریشم و کمخواب کے لبادے عطا فرمائے وہ سب بازار میں مل جاتے ہیں۔ مگر ذرا غور فرمایئے! بادشاہ سلامت میری کتنی عزت کرتے ہیں، انہوں نے مجھے اپنا شاہی لبادہ عطا فرمایا۔"

ایک ٹانگ والا ہنس

ایک دفعہ ملا نصیر الدین کو ایک ہنس مل گیا- انہوں نے سوچا کیوں نہ یہ ہنس بادشاہ کو تحفے میں پیش کر دوں- لہذا شاہی محل کی طرف چل دیئے- راستے میں انہیں بھوک لگی تو سڑک کے کنارے بیٹھ کر ہنس کی ایک ٹانگ کاٹی اور بھون کر چٹ کر گئے-

محل میں پہنچ کر انہوں نے ہنس بڑے ادب سے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا- بادشاہ نے ہنس کر الٹ پلٹ کر غور سے دیکھنے کے بعد پوچھا:

"ملا! تمہارے ہنس کی صرف ایک ہی ٹانگ کیوں ہے؟"

ملا نے سوچا بھی نہ تھا کہ بادشاہ ہنس کو اتنے غور سے دیکھے گا- لہذا لاجواب سے ہو گئے- اسی اثنا میں ان کی نظر باغ کی طرف چلی گئی جہاں کچھ ہنس ایک ٹانگ سکیڑ کر ایک ایک ٹانگ پر کھڑے تھے- یہ دیکھ کر انہیں اچانک ایک خیال آگیا اور ہنسوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے:

"عالی جاہ! قدرت نے ہنس کو صرف ایک ہی ٹانگ دی ہے' دو نہیں- آپ ذرا اپنے باغ میں کھڑے ہنسوں کو تو دیکھئے-"

بادشاہ نے ادھر دیکھ کر خادموں کو حکم دیا کہ ڈنڈے مار کر ہنسوں کو بھگا دیں- بیچارے ہنس ڈنڈے سے بچنے کے لیے دونوں ٹانگوں پر ادھر ادھر بھاگنے لگے تو بادشاہ نے چٹکی لی:

"ملا! کیا ان میں ایک بھی ایسا ہنس ہے جس کی صرف ایک ٹانگ ہو؟"

"آپ کا کہنا بجا ہے' حضور!" آفندی نے اطمینان سے جواب دیا- "ہنس تو ہنس ہے

اتنا بڑا ڈنڈا لے کر کوئی آپ کے پیچھے دوڑتا' تو شاید آپ کی دو ٹانگیں بھی چار ہو جاتیں اور آپ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے۔"

میں تو صرف اپنی منزل گرا رہا ہوں!

ملا نے ایک سوداگر سے سو طلائی سکے قرض لیے اور سخت محنت سے دو منزلہ مکان بنایا۔ مکان بہت خوبصورت تھا۔ ملا ابھی نئے مکان میں منتقل نہ ہوئے تھے کہ سوداگر بالائی منزل پر قبضہ جمانے کی نیت سے کہنے لگا: "ملا تم مکان کی بالائی منزل مجھے دے دو تو قرضہ بیباق' نہیں تو سارے پیسے ابھی ادا کرو۔"

"مجھے منظور ہے۔" ملا نے فوراً رضامند ہو گئے۔ "میں تو خود اس سوچ میں تھا کہ آپ کا قرضہ کیسے چکاؤں گا' اچھا ہوا آپ نے میری مشکل آسان کر دی۔"

سوداگر مزے سے بالائی منزل میں رہنے لگا۔ کچھ دن بعد ملا نے سات آٹھ پڑوسیوں کو بلایا اور سب کدالیں لے کر مکان کی دیوار توڑنے لگے۔ کدالیں چلنے کی آواز سن کر سوداگر بہت گھبرایا اور جب نیچے اتر کر سارا ماجرا دیکھا تو چیخ اٹھا:

"ملا! تم پاگل تو نہیں ہو گئے؟ نیا مکان کیوں گرا رہے ہو؟"

"تمہارا اس سے کیا تعلق؟ تم اطمینان سے بالائی منزل میں بیٹھے رہو!" ملا نے دیوار پر کدال چلاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا کہا' اس سے میرا کوئی تعلق نہیں؟" سوداگر غصے سے جھلا اٹھا۔ "ہم بالائی منزل پر رہتے ہیں۔ اگر مکان گر گیا' تو ہمارا کیا بنے گا؟"

"میں کیا جانوں؟" ملا نے کہا: "میں تو صرف اپنی منزل گرا رہا ہوں۔ تم اپنی منزل کا خیال رکھو۔ کہیں وہ گر گئی' تو ہم نیچے دب جائیں گے!" یہ کہہ کر انہوں نے پھر کدال اٹھا

لی۔

سوداگر زچ ہو گیا تو بڑے نرم لہجے میں بولا:

"پیارے بھائی! میں التجا کرتا ہوں کہ پرانی دوستی کا خیال کرتے ہوئے یہ نچلی منزل بھی میرے ہاتھ بیچ دو۔ کہو 'منظور ہے؟'"

"منظور تو ہے لیکن تمہیں دو سو طلائی سکے اور دینے ہوں گے۔" ملا نے جواب دیا۔

یہ سن کر سوداگر کے چھکے چھوٹ گئے۔

"دو سو طلائی سکے 'بالکل پکے۔ اگر ایک سکہ بھی کم ہوا تو مکان ہرگز نہیں بیچوں گا اور اسے گرا کر ہی دم لوں گا۔" ملا نے پھر کدال اٹھالی۔

"اچھا بابا! مجھے منظور ہے۔"

اور سوداگر نے مجبوراً سارا مکان خرید لیا۔

عفریت

ایک دفعہ بازار میں ایک ٹھیکیدار نے ملا سے پوچھا:

"سنا ہے کہ تم اکثر عفریتوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ عفریت کی شکل صورت کیسی ہوتی ہے؟"

ملا نے جواب دیا: "کیوں نہیں؟ آئینے میں اپنی صورت دیکھ لو۔"

کنجوس سوداگر

ایک سوداگر بہت کنجوس تھا۔ ایک بار اس نے ملا کو کھانے پر بلایا۔ سوداگر نے اپنا پیالہ تو تازہ دودھ سے لبالب بھرا لیکن ملا کو آدھے پیالے سے بھی کم دودھ دے کر کہنے لگا:

"لو بھائی! دودھ پیو۔ تمہاری خاطر تواضع کے لیے میرے پاس کوئی اچھی چیز تو ہے نہیں۔ پیالہ بھر دودھ ضرور پی لو۔"

"جناب! ذرا ایک آری تو دیجئے۔" ملا نصیر الدین نے کہا۔

سوداگر ملا کی بات نہ سمجھ پایا اور پوچھا: "آری کا کیا کرو گے؟"

"بات یہ ہے۔" ملا نے اپنے پیالے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "اس پیالے کا بالائی حصہ بالکل فالتو ہے اس لیے چاہتا ہوں پہلے اسے آری سے کاٹ دوں!"

سچی باتیں

• ایک مرتبہ بادشاہ اپنی رعایا کا حال معلوم کرنے کے ارادے سے ملا کے گھر آیا اور کہا:

"ملا! مابدولت تمہاری زمین دیکھنا چاہتے ہیں!"

"میری ساری زمین جاگیردار کے قبضے میں ہے۔" آفندی نے جواب دیا۔

"تمہارا اناج کہاں ہے؟"

"سارا اناج آپ کے محل میں پہنچا چکا ہوں۔"

"تمہارے مکان کی چھت کہاں گئی؟"

"اسے ساہوکار اٹھا کر لے گیا۔"

"تمہارے گھر کا سامان کدھر ہے؟"

"قاضی کے ہاں۔"

"تمہارا بیٹا کہاں ہے؟"

"حاکم کے ظلم کا شکار ہو کر مر گیا۔"

"اور تمہاری بیوی؟"

"اس ڈر سے کہ کہیں علیجاہ کی نظر نہ پڑ جائے' میں نے اسے چھپا دیا ہے۔"

"تمہاری ہر بات جھوٹی ہے۔ ملا! آخر تمہیں ہمارے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات کیسے ہوئی؟" بادشاہ نے غصیلی آواز میں کہا۔

"نہیں جہاں پناہ! یہ سب باتیں سچی ہیں!" ملا نے جواب دیا: "اگر میں جھوٹ بولتا تو حضور شاید اتنے آگ بگولا نہ ہوتے!"

سچے دوست کی پہچان

ملا نصیر الدین قاضی بن گئے تو بہت سے لوگ بڑھ چڑھ کر ان کی دوستی کا دم بھرنے لگے۔ کسی نے ان سے کہا:

"کمال ہو گیا' ملا! اب تو تمہارے دوستوں کا کوئی شمار نہیں رہا!"

ملا نے جواب دیا:

"میرے کتنے دوست ہیں' یہ اب بتانا مشکل ہے لیکن سچے دوست کتنے ہیں' اس کا پتا صرف اس وقت چلے گا جب میں قاضی نہیں رہوں گا۔"

بادشاہ کا مشیر

ایک دن کسی وزیر نے بادشاہ کے سامنے ملا کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

"جہاں پناہ! ملا بڑا عالم فاضل ہے۔ وہ نہ صرف بحث مباحثہ کرنے میں ماہر ہے بلکہ بے انتہا سوجھ بوجھ بھی رکھتا ہے۔ آپ اسے اپنا مشیر کیوں نہیں بنا لیتے؟"

"ٹھیک ہے!" بادشاہ نے اثبات میں سر ہلایا اور ملا کو بلوا بھیجا۔

"ملا۔" بادشاہ نے پوچھا۔ "ملبدولت کی آرزو ہے کہ رعایا خوشحال ہو جائے۔ بتاؤ! اس کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"علی جاہ! آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ مگر سوال صرف اتنا ہے کہ آپ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟" ملا نے بڑی متانت سے جواب دیا: "اگر آپ وہ تمام اناج اور پیسہ لوگوں کو واپس کر دیں جو آپ کے حکم پر جبراً وصول کیا جاتا ہے تو رعایا جلد ہی خوشحال ہو جائے گی۔"

بھیڑیئے سے کم نہیں

ایک حاکم بکری کو بھیڑیئے سے بچا کر اپنے گھر لے آیا۔ اور گھر پہنچتے ہی بکری کو ذبح کرنے کے لیے چھرا نکال لیا۔ بکری زور زور سے ممیانے لگی۔

ملا پڑوس ہی میں رہتے تھے۔ وہ بکری کی ممیاہٹ سن کر حاکم کے دروازے پر آئے تو حاکم کہنے لگا:

"اس بکری کو میں نے ابھی ابھی بھیڑیئے کے جبڑوں سے بچایا ہے۔"

"لیکن یہ آپ کو ڈانٹ کیوں رہی ہے؟"

"ڈانٹ کہاں رہی ہے؟"

"کیوں نہیں ڈانٹ رہی؟ کہہ رہی ہے 'تم بھی بھیڑیئے سے کم نہیں ہو!'"

بکری نہ کھانے والا بھیڑیا

ایک بوڑھے چرواہے نے ملا نصر الدین سے کہا:

"ملا بھائی! بھیڑ بکریاں پالتے میری عمر بیت گئی اور اس عرصے میں میری نہ جانے کتنی بھیڑ بکریوں کو بھیڑیئے چٹ کر گئے۔ کیا اس دنیا میں کوئی ایسا بھیڑیا بھی ہے جو بکریاں نہ کھاتا ہو؟"

"کیوں نہیں؟ ضرور ہے!" ملا نے جواب دیا۔

"وہ کیسا بھیڑیا ہوتا ہے؟"

"جو مر چکا ہو!"

بادشاہ کی قیمت

ایک دن بادشاہ اور ملا غسل کر رہے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا:

"ملا! اگر مجھے بازار میں ایک غلام کے طور پر بیچا جائے تو کیا قیمت لگے گی؟"

"زیادہ سے زیادہ دس طلائی سکے!" ملا نصیر الدین نے جواب دیا۔

بادشاہ نے غصے سے تلملا اٹھا: "تم بکواس کر رہے ہو۔ دوسری چیزوں کو تو چھوڑو' میرے صرف اس کڑھے ہوئے گلوبند کی قیمت ہی دس طلائی سکوں سے کم نہیں!"

"بالکل ٹھیک' میرے عاقل بادشاہ!" ملا گلوبند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

بولے: "میں نے دس طلائی سکے اسی گلوبند کی قیمت بتائی ہے!"

چار ٹانگیں

ایک بار ملا نصیر الدین کی آنکھیں دکھنے آگئیں اور ہر چیز دھندلی دکھائی دینے لگی۔
اس پر بادشاہ نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا:

"ملا! سنا ہے اب تمہیں ایک کے دو دو نظر آتی ہیں۔ اب تک تمہارے پاس صرف ایک ہی گدھا تھا، لیکن اب دو ہو گئے۔۔۔ تم سچ مچ بہت مالدار ہو گئے ہو! ہاہاہا۔۔۔"

"بالکل درست فرمایا ہے، جہاں پناہ!" آفندی نے جواب دیا: "اب تو مجھے آپ کی بھی چار ٹانگیں نظر آتی ہیں!"

پیسہ اور عدل

ایک دن بادشاہ نے ملا نصیر الدین سے پوچھا:
"ملا نصیر الدین اگر تمہیں پیسے اور عدل میں سے کسی ایک کو چننا پڑے تو کسے چنو گے؟"

"پیسہ۔"

"کیوں؟" بادشاہ نے جرح کی: "کوئی مجھ سے پوچھے، تو میں ضرور عدل چنوں، پیسہ نہیں۔ پیسہ تو آسانی سے ہاتھ آجاتا ہے لیکن عدل مشکل سے ملتا ہے۔"
"آدمی اسی چیز کو پانے کی خواہش رکھتا ہے جہاں پناہ! جو اس کے پاس نہ ہو۔" ملا

نصیر الدین نے جواب دیا۔

اگر یہ قاعدہ ہے تو

امام ابو حنیفہ ایک دن حجامت بنوا رہے تھے۔ حجام سے فرمانے لگے: "بھائی ذرا سر کے سفید بالوں کو چن لینا۔" حجام کہنے لگا: "حضرت! جو بال چنے جاتے ہیں وہ پھر اور زیادہ نکلتے ہیں۔" امام ابو حنیفہ فرمانے لگے: "اگر یہ قاعدہ ہے تو سیاہ بالوں کو چن لو تاکہ وہ اور زیادہ نکلیں۔"

سماع سے توبہ

شیخ سعدیؒ کا بچپن سے ہی فقر اور درویشی کی طرف میلان تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں اکثر سماع کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کے استاد علامہ ابن جوزیؒ ہمیشہ ان کو سماع سے منع کرتے تھے مگر شیخ کو سماع کا ایسا چسکا تھا کہ استاد کی نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک مجلس میں بد آواز قوال سے واسطہ پڑ گیا۔ تمام رات دوستوں کے ساتھ سماع میں گزارنا پڑی۔ مجلس برخاست ہوتے ہی سر سے عمامہ اتارا، جیب سے ایک دینار نکالا اور یہ دونوں چیزیں قوال کی نذر کیں۔ دوستوں کو شیخ کی اس عجیب و غریب حرکت پر بڑا تعجب ہوا اور اس کی وجہ پوچھی۔ فرمانے لگے: "دوستو! میں نے آج اس شخص کی کرامت مشاہدہ کیا ہے۔ میرا مربی استاد ہمیشہ مجھے سماع سے منع کرتا تھا مگر مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ لیکن آج اس قوال کے تصرف میں سے میں نے ہمیشہ کے لیے سماع سے توبہ کر لی ہے۔"

برکت

ایک بزرگ رات کے وقت کنگھی کر رہے تھے۔ اہلیہ نے پوچھا: "کیا آپ نے کہیں جانا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "نہیں۔"

بات دراصل یہ ہے کہ رات کو کنگھی کرنے سے قرض ادا ہوتا ہے۔

اہلیہ نے پوچھا: "آپ پر کس کا قرض ہے؟"

بزرگ کہنے لگے: "تمہارا حق مہر ابھی ادا کرنا ہے۔"

اہلیہ نے کہا: "آپ تکلیف نہ کریں، میں نے معاف کر دیا۔"

بزرگ کہنے لگے: "کنگھی کرنے کی برکت دیکھ، میرے کنگھی کرنے سے تمہارا قرض ادا ہو گیا۔"

مقابل ہے آئینہ

حضرت یوسف علیہ السلام کا بچپن کا ایک دوست تھا۔ حضرت یوسف جب مصر میں آئے تو وہ آپ کو ملنے کی خاطر کنعان سے مصر میں آیا۔ آپ سے ملاقات کی۔ آپ فرمانے لگے: "اے دوست! زمانے کا دستور ہے کہ جب دوست دوست کے پاس جاتا ہے تو کوئی تحفہ لاتا ہے۔ بتاؤ تم میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو؟" وہ کہنے لگا: "حضرت مجھے تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس کو آپ کے پاس تحفہ لے کر آؤں مگر ہاں! آپ کی نذر کے لیے آپ ہی کو لے کر آیا ہوں، یہ کہہ کر آئینہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔"

خوش نصیب

سڈنی سمتھ کہتا ہے: "شادی ضرور کیجئے۔ خوش قسمتی سے آپ کو اچھی بیوی مل گئی تو زندگی آرام سے گزرے گی۔ اگر بیوی اچھی نہ ملی تو آپ فلسفی ضرور بن جائیں گے۔"

رائے

ٹالسٹائی سے کسی نے پوچھا کہ بیوی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: میں اپنی بیوی کے بارے میں سچی رائے اس وقت دوں گا جب میرا ایک پاؤں قبر میں ہو گا۔ پھر جب میں اپنی رائے دے چکوں گا تو تابوت میں کود کر اس کا ڈھکنا بند کر لوں گا اور اندر سے پکاروں گا:

"میرے ساتھ جو چاہے کر لو، اب تو مجھ کو کسی کا ڈر نہیں ہے۔"

ذمہ داری کون قبول کرے گا

برناڈ شا واجبی سی شکل کا تھا۔ ایک مرتبہ ایک حسین و جمیل عورت نے اس سے شادی کی پیشکش کی۔ شا نے اس سے پوچھا کہ وہ اس سے کیوں شادی کرنا چاہتی ہے؟ میری کون سی چیز تمہیں پسند آئی؟

حسین و جمیل خاتون نے جواب دیا: "دراصل میں چاہتی ہوں کہ ہماری اولاد ہو جو میرے جیسے حسن اور تمہارے جیسے ذہن کی مالک ہو۔"

شاہ نے برجستہ کہا: "لیکن اگر اس نے میرے جیسی شکل اور تمہاری جیسی عقل پائی تو اسے پاگل خانے میں داخل کروانے کی ذمہ داری کون قبول کرے گا۔"

تنقید

برناڈ شا کے شعروں اور تنقیدوں کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ ادیب، شاعر سبھی اپنی تخلیق پر رائے حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے اور شاعر کی مثبت رائے کو اپنی تخلیق کا زینہ سمجھتے۔ چنانچہ برناڈ شا سے ایک مرتبہ ایک ڈرامہ نویس نے سٹیج پر اپنے ڈرامے کی پرفارمنس پر ان کی رائے حاصل کرنا چاہی۔ اس نے بہ نفس نفیس حاضر ہو کر برناڈ شا کو ڈرامہ دیکھنے کی دعوت دی تاکہ ان کا ناقدانہ تبصرہ ڈرامے کی کامیابی کا ذریعہ بن سکے۔ برناڈ شا نے دعوت قبول کر لی اور ڈرامہ دیکھنے کے لیے چلے گئے۔ ڈرامہ کا ابتدائی حصہ دیکھتے دیکھتے انہیں نیند آ گئی اور پھر ڈرامہ کے بقایا حصہ کے دوران وہ متواتر سوتے رہے۔ ڈرامہ ختم ہوا تو ڈرامہ نگار نے شکایت آمیز لہجے میں کہا: "جناب! میں نے تو اپنے ڈرامے پر تبصرہ حاصل کرنے کے لیے آپ کو تکلیف دی تھی مگر آپ سارا وقت سوتے رہے۔"

شا بولا: "بھئی! نہیں سمجھے۔ سونا بذات خود ایک تنقید ہے اچھا ڈرامہ دیکھتے ہوئے بھلا کون سوتا ہے۔"

حیرانگی

برناڈ شاء ایک دفعہ کسی خاتون کے مہمان ہوئے۔ خاتون نے برناڈ شاء کی تنقید نگاری کی شہرت سن رکھی تھی۔ اس نے موقع غنیمت جانا اور اس سے استفادہ کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس نے شا سے کسی وائلن نواز کے فن کے بارے میں استفسار کیا۔ شاء کو معلوم تھا کہ جس وائلن نواز کے بارے میں وہ پوچھ رہی ہے وہ اس کا پسندیدہ فنکار ہے۔ اس لیے اس نے رائے دینے سے گریز کیا۔ لیکن جب میزبان خاتون مسلسل اصرار کرتی رہیں تو تنگ آکر شاء نے کہا کہ اس کے نغمے سن کر مجھے پیڈر دوسکی یاد آجاتا ہے۔ خاتون نے مایوسی اور حیرانگی کے عالم پوچھا: ''لیکن جناب وہ تو وائلن کی الف ب بھی نہیں جانتا۔'' شاد نے برجستہ کہا: ''تو وہ (اس کا پسندیدہ وائلن نواز) کب جانتا ہے۔''

وہی پرانا----

شاء کو ایک دفعہ اچانک خیال آیا کہ اسے اپنی پرانی درس گاہ (کالج جہاں سے اس نے علم حاصل کیا تھا) جانا چاہیے چنانچہ وہ پرانی یادیں تازہ کرنے کے لیے وہاں پہنچ گیا۔

گیٹ پر پہنچا تو گنگنایا:

''وہی پرانا کالج۔''

اندر داخل ہوتے ہوئے:

''وہی پرانی عمارت۔''

ہوسٹل گیا تو کہا:

''وہی پرانا ہوسٹل۔''

اُس کمرے تک گیا جہاں وہ طالب علمی کے زمانے میں رہا کرتا تھا تو بڑبڑایا:

"وہی پرانا کمرہ۔"

دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی:

"انتظار فرمایئے۔"

بولا:

"پذیرائی کا وہی پرانا طریقہ۔"

کچھ لمحے بعد ایک نوجوان نے مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا اور کہا:

"خوش آمدید۔"

مصنوعی مسکراہٹ والے نوجوان کا یہ فقرہ سن کر اس نے سوچا:

"وہی بادل نخواستہ ویل کم۔"

اچانک اس کی نظر الماری کی اوٹ میں چھپی ہوئی لڑکی پر پڑی لڑکے نے فوراً کہا:

"میری عم زاد جناب۔"

برناڈ شاء ---سوچتے ہوئے:

"آہ--- کزن کہنے کا میرے زمانے کا وہی پرانا اسلوب۔"

دلائل کا وزن

ایک مرتبہ شاء ایک انتخابی جلسہ میں پرجوش تقریر کر رہا تھا۔ اس کا ایک دوست الیکشن لڑ رہا تھا اور شاء اپنی تقریر میں اس کی حمایت میں مسلسل بول رہا تھا۔ جلسہ میں ڈائس کا اہتمام نہیں تھا اس لیے وہ ایک ڈرم پر چڑھا پر دلیل تقریر کر رہا تھا۔ اچانک ڈرم ٹوٹ گیا۔ شاء نیچے گر گیا لیکن وہ پھرتی سے اٹھا اور یہ فقرہ کہہ کر تقریر دوبارہ شروع کر دی۔

"حاضرین! آپ نے میرے دلائل کا وزن محسوس کر لیا ہو گا۔"

اچھا سیاست دان

برناڈ شاء نے ایک دفعہ کہا تھا: "اچھا اور کامیاب سیاست دان بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کچھ نہ جانتا ہو اور اس غلط فہمی کا شکار ہو کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔"

بکواس

پنڈت جواہر لال نہرو ایک بار لندن میں برناڈ شاء کے پاس گیا واپسی پر کسی نے پوچھا اس سے کیا گفتگو ہوئی۔

پنڈت جواہر لال نہرو بولا:

"کچھ خاص نہیں بس یہ کہ اس نے میری بکواس سنی اور میں نے اس کی۔"

ریہرسل

اداکار شاہ رخ نے اپنے ہمسائے سے کہا: کیوں بھئی! تم نے میری نئی فلم دیکھی جس میں میاں بیوی کی مسلسل لڑائی دکھائی گئی ہے؟

ہمسایہ بولا بھئی، ! میں نے فلم تو نہیں دیکھی اس کی ریہرسل بارہا آپ کے گھر

ہوتے دیکھی ہے۔

شکریہ

ایک دفعہ عامر خاں کی سالگرہ پر کسی نے انہیں ایک گدھے کی تصویر بھیجی تو عامر خاں نے واپسی میں انہیں اپنی تصویر بھیجی جس کے نیچے لکھا تھا کہ آپ کا اپنی تصویر بھیجنے کا شکریہ میں بھی اخلاقاً اپنی تصویر بھیج رہا ہوں۔

پوری نہیں آتی

ایک مصور نے فلمی اداکاراؤں کے پورٹریٹ بنائے ریما کا ایک اور انجمن کے تین۔

ریما نے کہا: آپ نے اس کے تین کیوں بنائے؟

تو مصور بولا۔ ”وہ ایک میں پوری نہیں آتی تھیں۔“

منہ بند ہے

ایک مصور نے امریکی صدر بل کلنٹن کو ان کی بیوی ہیری کلنٹن کا پورٹریٹ بنا کر پیش کیا۔

کلنٹن نے پورٹریٹ دیکھ کر کہا۔"یہ نیچرل نہیں ہے۔"

مصور: آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔

کلنٹن۔کیوں کہ اس میں ہیلری کا منہ بند ہے۔

کارنامے

کسی نے مونیکا لیونسکی کو کہا۔

کہ امریکی عورتیں بناؤ سنگھار پر جتنا خرچ کرتی ہیں اتنا تو ہماری فوج کا بجٹ بھی نہیں ہے۔

مونیکا لیونسکی نے برجستہ کہا۔ جتنے کارنامے ہمارے مشہور ہیں اتنے فوج کے تو نہیں۔

چپ کرواسکتا

مائیکل جیکسن کی آواز اور اسٹائل کا شہرہ سن کر ایک دیہاتی اس کا پروگرام دیکھنے چلا گیا۔

پروگرام دیکھ کر اس نے اپنے ساتھی سے کہا:"کیا اس ہال میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس پاگل کو چپ کرواسکتا ہو۔"

گاتے کیوں ہیں

کسی نے مائیکل جیکسن سے پوچھا۔

آپ گاتے کیوں ہیں؟

"تاکہ چلا سکوں"

"آپ چلاتے کیوں ہیں؟"

کیونکہ میں گا نہیں سکتا۔

شناخت

ایک مشہور عالم دین کا بچہ گم ہو گیا' ڈھونڈنے نکلے تو بیگم کو کہا۔ "تم بھی تیار ہو جاؤ' مل جل کر ڈھونڈتے ہیں۔ بیگم نے کہا۔ "میرا جانا ضروری ہے کیا؟

تو مولانا نے فرمایا: آپ ساتھ نہ ہوئیں تو بچے کو پہچانے گا کون؟

لعنات

مشہور سکالر مولانا رمضان علی صاحب کے پاس ایک ہندو ایک کتاب لے کر آیا اور کہا۔ رمضان صاحب کتاب دیکھیں۔

مولانا نے کتاب دیکھی۔ٹائیٹل پر لکھا تھا۔

"ہندومت پر چار"

مولانا مسکرائے اور کہا اس میں "حروف" کا اضافہ کر دیتے تو بہتر تھا۔ جملہ بنایا تھا۔

"ہندومت پر چار حروف"

ل ع ن ت

آنکھیں

مرحوم ضیاء الحق کو کسی نے یہ وہم ڈال دیا کہ ان کی آنکھیں بڑی خوبصورت ہیں اور ان کی آنکھیں مشہور فلمی اداکارہ انجمن سے ملتی ہیں۔ایک دفعہ کسی مولانا سے انہوں نے پوچھا۔ مولانا میری آنکھیں انجمن سے ملتی ہیں؟

مولانا نے کہا۔ضیاء صاحب انجمن کا تو مجھے پتہ نہیں۔لیکن یہ ہے کہ یہ آپس میں نہیں ملتیں۔

خمیرہ گاؤزبان ورق نقرہ پیچیدہ

علامہ کے معالج شفاء الملک حکیم محمد حسن قریشی (قریشی دواخانے والے) نے ایک دفعہ خوبصورت خاتون کو سفید پھولوں کی کڑھائی والا دوپٹہ اوڑھے دیکھا۔ تو برجستہ بولے۔

"خمیرہ گاؤزبان ورق نقرہ پیچیدہ۔"

جوتا پہن کر بھی آئے تھے

سانحہ اسلام پورہ کے متقولین کی تعزیت کے موقع پر نواز شریف فاتحہ خوانی اور متاثرین سے تعزیت کے لیے آئے۔ جب وہ پنڈال میں گئے تو جوتے اتار گئے۔ واپسی پر جوتے نہیں تھے۔ ایک صاحب بولے "میاں صاحب! آپ جوتا پہن کر بھی آئے تھے؟

گنجے گرانمایہ

کسی نے یونس بٹ سے امجد اسلام امجد کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ادب کے گنجے گرانما میں سے ہے۔ اس کا سر اوپر سے خالی ہے۔ حالانکہ ہمارے ہاں شعراء کے اندر سے خالی ہوتا ہے۔ اس کے پاس سنوانے کو بال نہیں تو کیا ہوا دھونے کو منہ تو ہے۔

تعلق

انجمن کا تعلق ایسے گھرانے سے ہے جہاں پیدا ہوتے ہی بچوں کو سب سے پہلے روح کی غذا ملتی ہے۔ دولت اتنی تھی کہ گنتی بھی نوٹوں پر یاد کی۔ اس کے خاندان نے جو شہرت ہیرو کو بیاہ کر حاصل کی تھی وہ اس نے بن بیاہے دلوا دی اس کے اداکارہ بننے کی تین وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ من کی خدمت کرنا چاہتی تھی' دوسری یہ کہ اپنی خدمت کروانا چاہتی تھی اور تیسری یہ کہ اس خاندان میں لڑکیاں بڑی ہو کر یہی کچھ کرتی ہیں۔

(ڈاکٹر یونس بٹ کی کتاب شناخت پریڈ سے)

کم ظرف سواری

منصورہ میں جماعت اسلامی کی عصری مجلس کے دوران باہر گلی سے ایک بے حد شور مچاتی ہوئی موٹر سائیکل گزری تو مولانا مودودی نے اس پر یوں تبصرہ فرمایا "بہت کم ظرف سواری ہے۔ یہ اٹھاتی تو صرف دو آدمیوں کو ہے لیکن شور اتنا مچاتی ہے جیسے پوری دنیا سر پر اٹھائے جا رہی ہے۔

قدر مشترک

ترکی کے سلیمان ڈیمرل پاکستان کے سرکاری دورے پر آئے تو ان کے وفد میں شامل ایک رکن نے اپنے اعزاز میں دیے گئے استقبالیہ میں کہا کہ پاکستان اور ترقی میں اب صرف اسلام ہی قدر مشترک نہیں رہا بلکہ اب ہم میں ایک اور شے بھی مشترک آگئی ہے۔

سب حیران ہوئے پوچھا وہ کیا ہے؟

کہنے لگے کہ تم کو بھی تمہاری وزیراعظم کے شوہر نے لوٹا اور ہمیں بھی۔

(ان کا اشارہ ترکی کی سابق وزیراعظم تانسو چیلر کے شوہر کی طرف تھا جن پر کرپشن کے الزامات ہیں۔)

تم خود پٹاخہ ہو

شب رات کا دن تھا- ملاقاتیوں کا رش تھا- ان میں ایک صاحب قدسی نامی بھی تھے- داڑھی مونچھ صاف- لڑکے سے معلوم ہوتے تھے- بہت شریف اور بے تکلف" ان کی باتوں سے گستاخی ٹپکتی تھی- بار بار اکبر الہ آبادی سے کہتے- "آج شب برات ہے" شب براتی دلوائیے- اصرار زیادہ بڑھا تو اکبر الہ آبادی نے تنگ آکر شعر میں قدسی کو جواب دیا:

تحفہ شب برات میں کیا دوں
میری جاں! تم تو خود پٹاخہ ہو

گلقند

نادر شاہ فتح کے شادیانے بجاتا ہوا دہلی پہنچ گیا- آب و ہوا کی تبدیلی یا کسی اور وجہ سے اسے ہاضمہ کی شکایت لاحق ہو گئی- پیٹ میں درد رہنے لگا- اس نے سن رکھا تھا کہ دہلی کے اطلبا اپنے پیشہ کے ماہر ہوتے ہیں- چنانچہ اس نے ایک حکیم صاحب کو طلب کیا اور اسے اپنی تکلیف بتائی- حکیم نے اسے گلقند کھانے کو دی- وہ چند تولے تھی- بادشاہ نے کھائی اور بغیر اس کا رد عمل دیکھے بولا :

ایں حلوائے خوب است" دیگر بیار یدہ
یہ بہت لذیز حلواہ ہے---اور لاؤ-

یہ کمپنی چلے گئی نہیں

مرحوم کیفی اعظمی بہت بڑے شاعر تھے۔ شراب نوشی میں انہیں غالب ثانی کا درجہ حاصل تھا۔ شراب کا ایک گھونٹ بھرتے تو بتا دیتے کہ یہ شراب کس کمپنی کی ہے اور کون سی شراب ہے۔ ایک دفعہ مشاعرہ پڑھ رہے تھے۔ درمیان میں شراب طلب کر لی۔ یار لوگوں نے شراب کی جگہ ذائقہ بدل کر پانی پیش کر دیا اور ساتھ ہی استفسار کیا کہ کیفی صاحب یہ بھلا کون سی کمپنی کی شراب ہے۔ کیفی نے ایک گھونٹ لیا اور بولے۔

"بھائیو! کمپنی تو میں نہیں بتا سکتا کہ کس کمپنی نے یہ شراب تیار کی ہے البتہ اتنا بتائے دیتا ہوں کہ یہ کمپنی چلے گی نہیں۔"

ان پڑھ نہیں ہوں میں

کیفی اعظمی ہمیشہ زبانی شاعری سناتے تھے۔ انہوں نے کبھی لکھی ہوئی شاعری نہیں سنائی۔ ایک مرتبہ جب وہ مشاعرہ پڑھنے لگے تو سامعین سے کہا:

"میں نے تمام عمر زبانی مشاعرے پڑھے ہیں مگر آج جو کچھ میں نے سنانا ہے وہ لکھ کر لایا ہوں تاکہ آپ لوگ جان لیں کہ میں ان پڑھ نہیں ہوں بلکہ پڑھا لکھا آدمی ہوں۔"

قتیل شفائی بھی وہاں موجود تھے بولے: "حضرات کیفی صاحب کے ہاتھ میں جو کاغذ ہے کورا ہے۔"

مجمع ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ ساتھ ہی کیفی صاحب بول اٹھے:

"سامعین آج معلوم ہوا ہے کہ یہ قتیل بھی ان پڑھ ہے۔ لکھے ہوئے کو کورا کہہ رہا ہے۔"

ابھی تم بہت چھوٹی ہو

مستنصر حسین تارڑ نے ایک سفر نامہ میں لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ ترکی سے ایران جا رہے تھے۔ کسٹم والوں کی سہل انگاری سے ہجوم بڑھ گیا۔ ادھر برسات پریشان حد تک کیچڑ کی بہتات اور سواری کی کمی بلکہ نایابی۔

اتفاقاً ایک بہت بڑا ٹرک وہاں آ نکلا اور چند مسافروں کو اس میں جگہ مل گئی۔ ٹرک کافی وسیع و عریض تھا۔

"یہاں تو ہم آسانی سے فٹ بال بھی کھیل سکتے ہیں۔" ایک ڈچ لڑکی نے خوشی سے ناچتے ہوئے کہا۔

"فٹ بال کے علاوہ ---" انگریزی سیاح سائمن متانت سے کھانس کر بولا۔

"یہ جگہ تو دیگر ان ڈور کھیلوں کے لیے بھی موزوں ہے۔"

مثلاً --- جولی نے دریافت کرنا چاہا۔

"ایسی ان ڈور کھیلیں جن کے لیے تم ابھی بہت چھوٹی ہو۔" سائمن نے شرارت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

اخباری نمائندے

ایک بار مہاتما گاندھی کو اخبار نویسوں نے گھیرا ہوا تھا۔ اچانک ایک صحافی نے ان سے پوچھا۔

"جناب! مرنے کے بعد آپ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں۔"

سوالات سے تنگ آئے ہوئے گاندھی نے جواب دیا:

"میں نہیں جانتا مگر اتنا ضرور مجھے علم ہے کہ جہاں بھی جاؤں گا وہاں اخباروں کے

نمائندے ضرور موجود ہوں گے۔"

راز

ایک مشاعرے میں بیراگی نامی تخلص والے شاعر اپنا کلام سنا رہے تھے۔ کلام لامحالہ قابل داد تھا اور خاطر خواہ داد بھی مل رہی تھی۔ اس مشاعرے میں بیراگی کا استاد بھی موجود تھا جو اپنے شاگرد کی غزل پر فخریہ انداز میں بولا:

"کیوں نہ ہو۔ آخر پٹھے کس کے ہو؟"

بیرگی نے مائیک پر کھڑے کھڑے گستاخانہ جواب دیا: "یہ راز مجھ پر آج کھلا کہ لوگ مجھے الو کا پٹھا کیوں کہتے ہیں۔"

الو کا پٹھا

عباس تابش صاحب نے نوشی گیلانی کے دوسرے مجموعہ کلام "اداس ہونے کے دن نہیں" کی تقریب رونمائی منعقد کی۔ اس تقریب میں میں بھی موجود تھا۔ اے جی جوش نوشی کے لیے پھولوں کا گلدستہ لائے۔ اپنے ساتھ آئے ہوئے ایک نوجوان کو انھوں نے گلدستہ دیا کہ سٹیج پر نوشی کو دے آئے۔ جب وہ گلدستہ نوشی کو دینے لگا تو جوش نے اونچی آواز میں کہا: "قبول کر لیں۔ (نوجوان کی طرف دیکھ کر) یہ میرا پٹھا ہے۔"

خالد احمد اچانک بول پڑے: "اچھا الو کا پٹھا ہے۔"

میں بھی گالی بکوں

منظور حسین وصل بلگرامی بڑے ظریف الطبع بزرگ تھے - نیاز فتح پوری (ایڈیٹر نگار) سے یہ مسئلہ حل ہونے میں نہیں آتا تھا کہ وصل کو ساری دنیا وصل یا وصلی بلگرامی کہتی ہے - مگر بیگم نیاز ہمیشہ مقبول حسین ہی کہتی ہیں - آخر نہ رہا گیا - ایک روز نیاز نے بیگم سے پوچھ ہی لیا کہ مقبول حسین کہنے میں آخر کون سی مصلحت ہے - سیدھی سبھاؤ وصل کیوں نہیں کہتی ؟

بیگم نے سادگی اور بھولے پن سے جواب دیا - "تو کیا میں بھی گالی بکوں -"

بیوی

ایمرسن بڑا خوش مزاج حکمران تھا - تقسیم سے پہلے وہ پنجاب کا گورنر تھا - اس کے الفاظ ہیں: "بیوی کے اختیارات حکومت سے زیادہ ہوتے ہیں -"

متفق ہوں

ایک مرتبہ مولانا روم وعظ فرما رہے تھے - دوران وعظ انہوں نے کہا کہ ہمارے مذہب اسلام میں بہتر فرقے ہیں - الحمد للہ کہ میں بہ فضل ایزدی سب کے سب بہتر فرقوں کے مسلک سے متفق ہوں - سامعین میں ایک مولوی صاحب حاضر تھے جن کا علم محدود اور عمل قابل اعتراض سمجھا جاتا تھا - مولانا کے اس فقرے پر کھڑا ہو گیا - اور نہایت خفگی کے عالم میں مولانا کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا - گمراہ "بدکردار" کافر اور نہ جانے مولانا کی شان

میں کیا کیا غیر مستحسن الفاظ بک گیا- مولانا کے چہرہ پر ذرا بھر ملال کی علامت نظر نہیں آ رہی تھی-وہ شخص بول چکا تو نہایت متانت سے مولانا صاحب نے فرمایا:

"اے شخص! میں اس سے بھی متفق ہوں-"

سدباب

پاکستان کا سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو ایک مرتبہ بہت بڑے اجتماع سے خطاب کر رہا تھا- دوران تقریر کسی دل جلے مخالف نے احتجاجاً جوتا اونچا کیا- مقصد یہ تھا کہ بھٹو احتجاج کو سمجھیں- بھٹو کی نظر پڑ گئی-اس نے تقریر کے دوران ہی کہا: "ہاں ہاں! میں سمجھ گیا ہوں-جوتے مہنگے ہو گئے ہیں-سدباب کے لیے ضرور اقدام کیے جائیں گے-"

گھوڑے کو پتہ نہ لگے

مولانا تاجور نجیب آبادی واقعی مولانا تھے- پہلوانوں سا بھاری بھر کم جسم، خوشگوار تن و توش کے مالک-

وہ ایک دفعہ لاہور دیال سنگھ کالج میں ایک دن کالج سے نکلے اور گھر جانے کے لیے سواری دیکھ رہے تھے-اتنے میں ایک تانگہ والا آیا اور مولانا سے دریافت کیا: "سواری کی ضرورت ہو تو تانگہ حاضر ہے-"

"مولانا نے دریافت کیا کہ انار کلی تک کتنا کرایہ لو گے-"

"ایک روپیہ-" کوچوان بولا- "سالم تانگہ کا-"

"نہیں بھئی! ہم تو ہر روز بارہ آنے میں جاتے ہیں۔" مولانا نے کہا۔

"چلئے صاحب۔" کوچوان بولا۔ "بارہ آنے ہی سہی لیکن ذرا گھوڑے کی نظر بچا کر پچھلی سیٹ پر آجائیے۔ اس بے زبان کو پتہ نہ لگے۔"

ہڑتالی ہوا ہے

ایس ٹی این پر ایک دفعہ ممتاز ناول نگار و کالم نویس بشریٰ رحمٰن نے یہ شعر سنائے:

دل اس کی یاد سے خالی ہوا ہے
جو رخصت باغ کا مالی ہوا ہے
وہ جس کو دیکھتے تھے ساؤں میں
ہمارے شہر کا والی ہوا ہے
کئی دن سے نہیں ان سے ملاقات
ہمارا یار ہڑتالی ہوا ہے

شادباد

مجید لاہوری نے ایک دفعہ اپنے رسالے "نمک دان" کے ٹائیٹل پر قومی ترانہ کی پیروڈی چھاپ دی:

ج رہی ہے بین شادباد
میرے ال دین شاد باد

اس پر قومی ترانے کے خالق حفیظ جالندھری نے انہیں قطعہ لکھ بھیجا:

عرض ہنر تھا وجہ شکایات ہو گئی
چھوٹا سا منہ تھا اور بڑی بات ہو گئی
دیکھا جو کھا کے تیر کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اول۔ آخر

ایک دفعہ مجید لاہوری کو کسی نے علامہ کا یہ شعر سنایا:

مے خانہ یورپ کے انداز نرالے
لاتے ہیں سرور اول دیتے ہیں شراب آخر

مجید لاہوری نے فوراً پیروڈی کی:

زاہد کو سکھا دیجئے آداب مجلس کے
پیتے ہیں شراب دل کھاتے ہیں کباب آخر

ایک دفعہ کسی مشاعرے میں دلاور فگار مدعو تھے۔ ان کی باری بہت دیر سے آئی۔ کئی لوگ اپنی نشستوں سے اٹھ گئے تھے۔ انہوں نے آتے ساتھ ہی یہ قطعہ پڑھا:

جو شعر سننے آئے ہیں سب گھر کو چل دیئے
میری غزل سنے گا فقط شامیانہ کیا
میری غزل سنی تو اک استاد نے کہا

بیٹے غزل یہ تو نے کہہ والانہ کیا
خط میں مشاعرے کے جہاں اور باتیں ہیں
یہ کیوں نہیں لکھا ہے میرا مخانہ کیا

بڑودہ کے قوال نکلے

ادیب سہارنپوری ایک خوش گلو شاعر تھے۔ مشاعرہ ہمیشہ ترنم سے پڑھا کرتے۔ ایک مرتبہ ایک مشاعرہ میں رئیس اور ادیب اکٹھے ہوئے۔ دعوت سخن پہلے ادیب سہارنپوری کو دی گئی۔ جس نے نہایت سریلے ترنم سے غزل پڑھی اس کے فورا بعد رئیس کو پکارا گیا جو نہ پاٹ دار آواز اور نہ مترنم لہجہ سے پڑھ سکتا تھا۔ بہر حال رئیس مروہی نے اسٹیج پر آتے ہی یہ قطعہ پڑھا:

غزل گا رہے تھے کہیں کوئی شاعر
غزل میں قیامت کے سر تال نکلے
میں سمجھا تھا دہلی کے شاعر ہیں کوئی
مگر وہ بڑودہ کے قوال نکلے

بازار

مولانا علم الدین سالک ایک دفعہ پڑھا رہے تھے۔ ساری کلاس بڑے انہماک سے ان کا لیکچر سن رہی تھی۔ ایک شوخ چنچل سی لڑکی بار بار ایسی حرکت کرتی کہ توجہ ہٹ جاتی۔

تنگ آکر مولانا نے خفگی سے کہا:

"ایسی لڑکیوں میں اچھی ماں بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔"

لڑکی نے فوراً بولی: "اور اگر کوئی ماں نہ بننا چاہے تو؟"

"بازار ان کے لیے بہترین جگہ ہے۔" مولانا برجستہ جواب دیا۔

شکر ادا کرتا ہوں

ناصر کاظمی اور حبیب جالب بے تکلف دوست تھے۔ جالب نے کاظمی سے کہا:

"آپ کی غزلیات سن کر میری خواہش ہوتی ہے کہ کاش مجھ میں بھی ایسی عمدہ غزل لکھنے کی استعداد ہوتی۔ جب میں آپ کا کوئی کلام دیکھتا ہوں تو میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ کاش اس پر میرا نام لکھا ہو۔"

جالب نے کاظمی سے اس تعریف کا شکریہ ادا کیا۔

جالب نے ناصر کاظمی سے پوچھا: "میری غزل دیکھ کر آپ کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔"

ناصر کاظمی بولا: "خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ کی غزل یا نظم آپ کے نام سے ہی چھپی، غلطی سے میرا نام نہیں چھپ گیا۔"

پدر محترم

شاہد احمد دہلوی ریڈیو پاکستان سے وابستہ تھے۔ وہ ریڈیو پاکستان میں تبصرے وغیرہ

کا کام سر انجام دیتے۔ اس وقت ملک نیا نیا بنا تھا۔ قوم کو اخلاقیات سے روشناس کرانے کی غرض سے ریڈیو کا طریق کار کچھ یوں تھا کہ جاری پروگراموں کے درمیان وقفوں میں چھوٹے چھوٹے نصیحت آموز فقرے بولے جاتے۔ مثلاً نماز جنت کی کنجی ہے۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ تکبر نیکیوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

ایک روز شاہد احمد دہلوی حفیظ جالندھری کا کلام سنا رہے تھے اور جونہی انہوں نے غزل ختم کی فقرہ بر پا ہوا۔

"فحش کلامی سے پرہیز کریں۔"

اناونسر آغا جان تھے۔ جو میرزا یاس یگانہ چنگیزی کے صاحب زادے تھے شاہد کو اس نادانستہ واقعہ کا پتا چلا تو کہنے لگے: "کاش آغا نے یہ قیمتی نصیحت اپنے پدر محترم کو کی ہوتی۔"

کچھ نہیں سنوار سکی

مولانا تاجور آبادی کے ایک شاگرد کرپال سنگھ ہوا کرتا تھے۔ بیدار ان کا تخلص تھا۔ بڑے لائق فائق بندے تھے۔ سادگی میں رہتے۔ ایک مشاعرہ میں شامل ہوئے۔ حسب معمول تہمند میں ملبوس گلے میں چادر ڈالے ہوئے تھے۔ کنور مہندر سنگھ سٹیج سکریٹری تھے۔ جب بیدار کی باری آئی تو بیدی نے ان کا تعارف کچھ یوں کرایا:

"سامعین! یہ خالص دیہاتی شکل و صورت کرپال سنگھ بیدار ہیں جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ اور فرسٹ کلاس پوزیشن حاصل کی۔ مگر ان کا لباس دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ اتنی اعلیٰ تعلیم بھی کرپال سنگھ بیدار کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ اس فقرہ پر قہقہہ بلند ہوا مگر کرپال سنگھ اس سارے عمل سے متاثر ہوئے

بغیر بولے:
"بے شک! اعلیٰ تعلیم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ مگر وہی اعلیٰ تعلیم ہیدی صاحب کا کچھ نہیں سنوار سکی۔"

نامعقول آدمی

کچھ دوست کسی مشاعرہ میں شرکت کے لیے ہمسفر تھے۔ ساحر ہوشیار پوری اور بسمل صدیقی میں برتھ کے معاملے پر ہلکا سا تنازعہ پیدا ہو گیا۔ ایک برتھ پر دونوں کا دعویٰ تھا کہ وہ برتھ اس کے لیے ہے۔ بسمل صدیقی نے ساحر کو دھمکی دی: "اگر تم اس سیٹ پر سے دست بردار نہیں ہوئے تو اگلے اسٹیشن پر اس معاملے کو گارڈ سے طے کروائیں گے۔"
اس پر جگن ناتھ آزد نے بسمل کو بتایا: "گارڈ ہر نامعقول آدمی سے بات نہیں کرتا۔" بسمل نے فوراً جواب دیا: "کیسے نہیں کرے گا، ابھی پچھلے اسٹیشن پر تو وہ آپ سے بات کر رہا تھا۔"

مبارک

فیضی اور عرفی میں خدا جانے کا بیر تھا۔ فیضی نے ایک کتا پال رکھا تھا۔ ایک دفعہ عرفی نے اس سے پوچھا:
"میاں! صاحب زادے کا اسم گرامی کیا ہے؟"
فیضی نے طنزاً کہا: "عرفی۔"
عرفی نے برجستہ جواب دیا: "مبارک"

(فیضی کے باپ کا نام مبارک تھا-)

سعادت مند

مشاعرہ ہو رہا تھا اور اسی دوران ہلکا پھلکا مزاح بھی چل رہا تھا- شراب کے سلسلہ میں جوش ملیح آبادی نے مجاز سے دریافت کیا: "جوش! تمہارے والدین تمہاری روزمرہ غلطیوں کی بازپرس نہیں کرتے-"

مجاز (برجستہ): "بھائی میری یہ خوش بختی ہے کہ جہاں لوگوں کی اولاد سعادت مند ہوتی ہے اس معاملہ میں میرے والدین بڑے ہی سعادت مند ہیں اور میری اس قسم کی روح افزا غلطیوں کو نظر انداز کر جاتے ہیں-"

ایسے

شہزادہ سلیم ایک دفعہ باغ کی سیر کر رہا تھا- اچانک اسے نماز کا خیال آیا- اس نے سامنے سے آتی ہوئی لڑکی کو مرزا غیاث الدین کی بیٹی (جو بعد میں نور جہاں کہلائی) کو کبوتر تھما دیئے- اور نماز پڑھنے لگا- خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ لڑکی کے ہاتھوں سے کبوتر چھوٹ گیا- وہ بہت سہمی کہ جانے شہزادہ اب اس سے کیا سلوک کرے- شہزادہ نماز سے فارغ ہو کر واپس آیا اور لڑکی کے ہاتھ میں دو کے بجائے ایک کبوتر دیکھ کر بولا-

"میرا دوسرا کبوتر کہاں ہے؟"

"اڑ گیا-" لڑکی نے جواب دیا-

"وہ کیسے؟" شہزادہ نے استفار کیا۔

"ایسے۔" لڑکی نے دوسرا کبوتر ہاتھ سے چھوڑتے ہوئے کہا۔

عدالت میں پیش کیا جائے

ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف سے خلیفہ نے استفسار کیا: "بھلا کون سا حلوہ مزیدار ہوتا ہے، پستہ کا یا بادام کا۔"

یہ عجیب و غریب سوال سن کر ابو یوسف ایک لمحہ کے لیے پریشان ہو گیا کہ خلیفہ دراصل چاہتا کیا ہے لیکن فوراً سنبھلا اور کہا:

"خلیفہ محترم! یہ معاملہ عدل و انصاف سے متعلق ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں غلط فیصلہ نہ کر جاؤں۔ اس سے لیے فریقین کی عدم موجودگی میں میں کوئی فیصلہ کرنے سے معذور ہوں لہٰذا ان دونوں کو عدالت میں پیش کیا جائے۔"

مرنے میں مصروف ہوں

عظیم انگریزی مصنف ایچ ویلز جب سخت بیمار ہوا اور زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس کے رشتہ دار، دوست اور لواحقین کی خواہش تھی کہ اس کے منہ سے کچھ ایسے کلمات نکلیں جو بطور یادگار ہمیشہ یاد رکھے جائیں۔ جب ان لوگوں نے اس عظیم رائٹر کو بار بار تنگ کیا تو اس نے تلخ لہجہ میں جواب دیا:

"آپ دیکھ نہیں رہے کہ میں مرنے میں مصروف ہوں۔"

اعراف کی خواہش کرو

ایک دفعہ ایک بد شکل عربی خاتون اسحٰق بن فودہ (عالم فاضل بزرگ) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: "یا حضرت! میرے لیے دعا کریں۔ اللہ مجھے جنت میں لے جائے۔"
اسحٰقؒ نے دل میں اس کے لیے دعا مانگی۔ لیکن اس عورت کو مزاحاً کہا:
"مائی! تجھ جیسی سوختہ جنس کو دیکھ کر حورین ڈر جائیں گی اور دوزخ بھی پناہ مانگنے لگے گی۔ تیرے حق میں یہ بہتر ہے کہ جنت کی بجائے اعراف کی خواہش کرو۔"

پہلی فلم

رپورٹر سابق صدر ریگن سے جناب کوئی عورت امریکن صدر کیوں نہیں بن سکی۔
ریگن! "اس لیے کہ قانون کی مطابق صدر کی عمر 35 برس ہونی چاہیے۔ اور کوئی بھی عورت یہ کہلوانا پسند نہیں کرتی کہ وہ 35 برس کی ہو گئی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک اداکارہ نے جو پہلے چائلڈ اسٹار تھی اپنی عمر اتنی بتائی ہے کہ اس کی پہلی فلم اس کے پیدا ہونے سے پانچ سال پہلے ریلز ہو گئی تھی۔"

آفٹر نون

پاکستان کے سابق وزیر اعظم ملک فیروز خان نون کی پہلی بیوی کو "لیڈی نون" کہا جاتا تھا۔ ملک صاحب نے جب دوسری شادی کی تو انگریزی اخبار نے لکھا:
"لیڈی آفٹر نون۔"

آئندہ نہیں ہوں گے

ضمیر جعفری سے کسی خاتون نے پوچھا:
"جعفری صاحب! آپ کی عمر کتنی ہے ؟"
"پچاس سال۔" جعفری صاحب نے جوابا کہا۔
خاتون:
"ہائے ہائے میں مر جاؤں آپ پچاس سال کے ہو گئے ؟"
"محترمہ اطمینان فرمائیے۔ آئندہ کبھی نہیں ہوں گا۔" جعفری صاحب نے جوابا کہا۔

آپ کی عادت پختہ ہو گئی ہے

لارڈ برکن ہیڈ نئے نئے بیرسٹر بنے تو ایک دفعہ عدالت میں ان کی جج سے تکرار ہو گئی۔
جج! "تم بے حد بد تمیز ہو۔"
لارڈ برکن ہیڈ! "سر دراصل آپ اور میں دونوں بد تمیز ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ آپ کی عادت پختہ ہو چکی ہے مگر میں ابھی بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

قلبی

پروفیسر پریشان خٹک پشتو کے بہت بڑے شاعر ہیں۔ لیکن اردو کی انہیں معمولی

شدید تھی-اس لیے اردو کے معاملے میں وہ کئی دلچسپ غلطیاں کر جایا کرتے تھے-جس کالج میں وہ پروفیسر تھے وہاں ایک نئی نئی خاتون پروفیسر تبادلہ ہو کر آئیں-خنک انہیں احتراماً قبلی قبلی کہہ کر پکارا کرتے-کچھ دنوں تو یہ معاملہ چلتا رہا آخر ایک دن وہ خاتون پروفیسر غصے سے بول ہی پڑئیں: "خنک صاحب آپ روزانہ یہ کیا قبلی قبلی مجھے پکارتے ہیں-" پروفیسر صاحب پریشان ہو گئے اور معذرت چاہی- آخر کچھ دیر کے بعد یہ عقدہ کھلا کہ انہوں نے مردوں کے احترام کا لفظ قبلہ سن رکھا تھا اور اسی رعایت سے آپ کو قبلی کہہ دیتا ہوں-معاف فرمادیں-

تو واپس چلے چلو

تقسیم ہند سے پہلے پنجاب کی آخری کابینہ کے ایک رکن سردار سندر سنگھ مجیٹھیہ ایک مرتبہ کہیں سفر پر جا رہے تھے-اچانک راستے میں ہی گاڑی کا پیٹرول ختم ہو گیا-گاڑی رک گئی-ڈرائیور نے کہا: "سر پیٹرول ختم ہو گیا ہے-" سردار صاحب نے جواب دیا:

"تو واپس چلے چلو-"

دوائیاں

فلمی شاعر اندیور نے ایک دفعہ بہت بڑے گلوکار غلام مصطفیٰ خان کو کھانے پر مدعو کیا-اندیور کٹر قسم کا ہندو سبزی خور تھا-اور مسلمان گلوکار کو اپنے فائدے کے لیے دعوت دے بیٹھا تھا-جب کھانا چن دیا گیا- تو اس نے کھانے کی تعریف شروع کر دی: "خان

صاحب! یہ دال کیا بات ہے، کتنی مزیدار ہے اور اس میں وٹامن بی اور پروٹین وافر مقدار میں پائی جاتی ہے اور یہ---پالک---واہ واہ اس میں آئرن اور وٹامن سی ہوتا ہے- جناب کدو کی بات اور ہے اس میں بے حد مفید وٹامن ہوتے ہیں-" خان صاحب نے کھانا زہر مار کیا- آخر میں اندر یو نے خاں صاحب سے پوچھا: "کہیے خان صاحب! کھانا کیسا تھا؟"

خاں صاحب جو آگے ہی جلے بھنے بیٹھے تھے، پھٹ پڑے-

"کون سا کھانا صاحب! میں تو وٹامن اور آئرن کی شکل میں دوائیاں ہی کھا رہا تھا-"

رفتار

عراق کے سابق شاہ فیصل ایک مرتبہ لندن میں چند سائنس دانوں سے بات چیت کر رہے تھے- اس وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی- دوران گفتگو ایک ماہر نفسیات نے اپنی قابلیت کا رعب جمانے کے لیے کہا:

"میں نے بارہا تجربہ کیا ہے جب میں بائیسکل پر ہوتا ہوں تو میرے سوچنے کی رفتار دگنا ہو جاتی ہے-" شاہ فیصل سمجھ گئے کہ شخص شیخی بھگار رہا ہے، بولے: "پھر آپ کو موٹر سائیکل پر بیٹھ کر سوچنا چاہیے!!"

جذبات

اٹلی کا مشہور عالم ڈکٹیٹر مسولینی ایک دفعہ کہیں جا رہا تھا- راستے میں اسکی کار اچانک خراب ہو گئی- نزدیک ہی سینما گھر تھا- کار پارک کر کے وہ خود سینما ہال میں داخل ہو گیا- فلم

شروع ہو رہی تھی۔ مسولینی کو فلم میں دکھایا گیا۔ ملکی قوانین کے مطابق سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ مگر مسولینی بیٹھا رہا۔

اس کو بیٹھا دیکھ کر سینما کا مالک بھاگا بھاگا آیا اور کہا:

"جناب عالی! مسولینی کے بارے میں ہم سب کے جذبات آپ جیسے ہی ہیں مگر ہم سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ بادل نخواستہ سہی مگر کھڑے ضرور ہو جائیں۔"

خون بھی ہے

اکبر الہ آبادی ایک محفل میں شریک تھے۔ اچانک ان کی نظر ایک گہرے سیاہ رنگ والے ہندوستان پر پڑی۔ جو انگریزی لباس پہنے ہوئے تھا۔ اکبر نے سر محفل پھبتی کسی:

ہر چند کہ کوٹ بھی ہے پتلون بھی ہے
بنگلہ بھی ہے پاٹ بھی صابون بھی ہے
لیکن میں پوچھتا ہوں تم سے ہندی
یورپ کا تیری رگوں میں خون بھی ہے؟

قسمت

ایک دفعہ کسی مولوی صاحب نے اکبر الہ آبادی کے استاد ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اکبر نے سنا تو کہا: "ہاں مولوی صاحب کا دعویٰ ٹھیک ہے۔ بچپن میں ایک مولوی صاحب الہ آباد میں ہوا کرتے تھے۔ وہ مجھے علم سکھایا کرتے تھے اور میں انہیں عقل۔ مگر اپنے اپنے

مشن میں دونوں ناکام رہے"

"نہ مولوی صاحب کو عقل آئی نہ میری قسمت میں علم۔"

بلا

مرزا غالب نے مکان بدلنا تھا۔ ایک مکان دیکھا مگر اس کی محل سرائے نہ دیکھ سکے۔ اسے دیکھنے کے لیے اپنی بیوی کو بھیجا۔ جب وہ مکان دیکھ کر واپس آئیں تو مکان کے متعلق ان کی رائے حاصل کرنا چاہی۔ اس نے بتایا: "کہ مکان تو بلاشبہ مجھے پسند ہے مگر پڑوس کے لوگ بتاتے ہیں کہ اس میں کوئی بلا رہتی ہے۔" غالب برجستہ بولے: "اری! کیا دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی اور بلا بھی ہے۔"

یہی کوٹھری تو ہے

مرزا غالب جس کمرے میں دن بھر بیٹھے رہتے وہ دروازے کی چھت پر تھا۔ جس کی ایک جانب ایک تنگ و تاریک سی کوٹھری تھی جس کا دروازہ اس قدر تنگ اور چھوٹا تھا کہ کوٹھری میں داخل ہونے کے لیے جھکنا پڑتا تھا۔ اس کوٹھی میں ہمیشہ فرش بچھا رہتا اور مرزا کو گرمی کے دنوں میں دس بجے سے تین بجے سہ پہر تک وہیں پناہ گزین ہوا کرتے تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا اور سخت گرمی پڑ رہی تھی کہ اچانک مولانا صدرالدین آزردہ ٹھیک دوپہر کے وقت مرزا سے ملنے چلے آئے اس وقت مرزا صاحب اس کال کوٹھری میں کسی دوست کے ساتھ شطرنج کھیل رہے رہتے۔ مولانا بھی وہیں پہنچ گئے۔ مرزا کو شطرنج کھیلتے ہوئے دیکھ

کر کہنے لگے :"ہم نے حدیث میں پڑھا کہ رمضان کے مہینے میں شیطان قید کر دیا جاتا ہے مگر آج اس حدیث کی صحت میں شک پیدا ہو گیا ہے۔"

مرزا نے جھٹ جواب دیا اور بولے:"قبلہ حدیث کے سلسلہ میں تردد کی ضرورت نہیں۔ حدیث بالکل سچ۔ مگر آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ وہ جگہ جہاں شیطان مقید رہتا ہے یہی کوٹھری ہے۔"

آم ہے

غالب کو آم بہت پسند تھے۔ایک دفعہ کسی نے آموں کا ٹوکرہ تحفہ کے طور پر مرزا کو بھیجا۔ مرزا نے ٹوکرہ کھولا اور بولے:

لطف خاص نہیں فیض عام ہے
شراب نہیں آم ہے

خدا کے سپرد

نواب یوسف علی خان کا انتقال ہو گیا۔ غالب تعزیت کے لیے رام پور گئے۔ چند روز نواب یوسف علی خاں مرحوم کا گورنر سے ملنے بریلی جانا ہوا۔ ان کی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود تھے۔ چلتے وقت نواب صاحب نے حسب معمول غالب سے کہا:

"خدا کے سپرد۔" غالب بولے:"خدا نے مجھے آپ کے سپرد کیا ہے، آپ پھر الٹا مجھے خدا کو لوٹا رہے ہیں۔"

آدھا مسلمان

غدر کے دوران پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو کرنل برلون نے غالب کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ غالب حاضر ہوئے۔ وہی کلاہ پپاخ جو وہ پہنا کرتے تھے ان کے سر پر تھی جس کے باعث ان کی شکل و شباہت کچھ انفرادی سی معلوم ہو رہی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی کرنل نے سوال کیا:

"ویل تم مسلمان ہو؟"

غالب نے حواس پر قابو پاتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا:

"سر آدھا مسلمان ہوں۔"

کرنل نے اسے مذاق سمجھا اور ذرا ترش روی سے بولا: "آدھا مسلمان کیا مطلب؟"

غالب نے جواب دیا: "شراب پیتا ہوں لیکن سور نہیں کھاتا۔"

ایک نہیں رکھا عالی جاہ

ایک مرتبہ مرزا غالب ماہ رمضان کے اختتام پر بادشاہ کو "عید مبارک" کہنے گے۔ بادشاہ نے پوچھا: "غالب اس دفعہ رمضان شریف میں کتنے روزے رکھے۔"

حقیقتاً مرزا نے کوئی روزہ نہیں رکھا تھا۔ مگر جواب دینے میں پس و پیش کے بولے:

"ایک نہیں رکھا عالی جاہ۔"

غلام گردش میں ہے سرکار

ایک دن غالب فتح الملک کو ملنے گئے۔ اندر اطلاع بھجوائی اور مرزا انتظار میں غلام گردش میں رک گئے۔ فتح الملک کسی کام میں مصروف تھے۔ اس لیے فوری طور پر مرزا کو نہ بلا سکے۔ اتنی دیر غالب وہیں ٹہلتے رہے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد صاحب عالم نے ملازم کو آواز دی:

"ارے بھئی! مرزا صاحب تشریف لائے تھے۔ کدھر ہیں؟"

مرزا صاحب نے یہ آواز سنی اور اونچی آواز میں بولے:

"غلام گردش میں ہے سرکار۔"

باہر سے آتے ہیں

ایک دفعہ مشاعرے سے واپسی پر رات کافی ہو گئی۔ غالب کے ہمراہ مولانا فیض الحسن فیض تھے۔ اچانک راستے میں ایک گدھا کھڑا نظر لیا۔ مولانا کو شرارت سوجھی۔ غالب سے کہنے لگے:

"مرزا صاحب! دہلی میں گدھے بہت ہیں۔"

مرزا غالب کہاں چوکنے والے تھے فوراً بولے:

"یہ سب باہر سے آتے ہیں جناب۔"

مونث مذکر

دہلی میں رتھ کو بعض لوگ مونث اور بعض مذکر بولتے۔ کسی نے غالب سے پوچھا:

"مرزا رتھ مونث ہے یا مذکر۔"

مرزا نے کہا: "جب رتھ پر عورتیں سوار ہوں تو مونث کہہ لو اور اگر مرد بیٹھے ہوں تو مذکر سمجھو۔"

بسمل

ایک دفعہ غالب کے پاس فرخ مرزا بیٹھے ہوئے تھے۔ پوچھا لفظ بسمل کے معانی کیا ہیں؟

غالب گاؤ تکیہ پر سر ٹیکے اور ٹانگیں سکڑی کیے ہوئے کس قدر اوندھے بیٹھے تھے۔ کہنے لگے: "جس حالت میں اس وقت ہوں سمجھ لو اس حالت والے کو بسمل کہا جاتا ہے۔"

معاون

سقراط کا والد سنگ تراش تھا اور ماں دایہ۔

ایک دفعہ اس نے اپنی والدہ سے پوچھا: "ماں! تم یہ کام کس طرح کرتی ہو؟"

"میں تو کچھ بھی نہیں کرتی۔" ماں نے جواب دیا: "صرف بچہ کے آزاد ہونے میں معاون ہوتی ہوں۔"

شرف ملاقات

سر سید کی تحریک سے مذہبی حلقے بڑے ناراض ہوئے۔ ایک دفعہ ایک مولانا ان کے پاس آئے اور ان کو لمبی چوڑی نصیحتیں کرنے لگے اور آخر میں کہنے لگے: "تم آلِ رسول ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کفر و الحاد کی جو تحریک تم نے شروع کر رکھی ہے اس کا کیا حشر ہو گا؟ تم اپنی عاقبت بگاڑ رہے ہو۔ یاد رکھو آخرت میں تمہارا قیام ہمیشہ کے لیے جہنم میں ہو گا۔" سر سید نے معنی خیز نظروں سے مولوی صاحب کو دیکھا اور مسکرا کر بولے: "حضرت! مجھے بھی آخرت میں ایسی ہی جگہ کی خواہش ہے جہاں آپ حضرات سے شرف ملاقات حاصل رہے۔"

شیطان کے ہاتھ تلے

ایک دفعہ سر سید، شبلی نعمانی اور مولوی ممتاز علی بیٹھے تھے۔ مختلف موضوعات پر بحث ہو رہی تھی۔ اس دوران سر سید کا ایک کاغذ گم ہو گیا۔ سر سید اسے ڈھونڈنے لگے۔ اچانک مولانا شبلی کی نظر اس مطلوبہ کاغذ پر پڑی۔ انہوں نے ازراہِ مذاق اس پر ہاتھ رکھ دیا۔ سر سید نے انہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا اور اونچی آواز میں بولے: "سنا ہے کہ جو چیز گم ہو جائے شیطان اسے ہاتھ تلے چھپا لیتا ہے۔" پھر وہ مولانا شبلی سے مخاطب ہوئے: "مولانا! ذرا دیکھنا کہ مطلوبہ کاغذ آپ کے ہاتھ کے نیچے تو نہیں آ گیا۔"

تعاقب میں

سر سید ذاتی طور پر انگریزوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ایک دفعہ دوران سفر ان کا ہم سفر انگریز تھا۔اس لیے خاموشی کے ساتھ سفر جاری رہا۔اچانک سر سید کو بھوک محسوس ہوئی۔ انہوں نے اپنا ناشتہ دان کھولا اور ہاتھ دھونے کے لیے غسل خانے چلے گئے۔ انگریز نے شرارت کرتے ہوئے ان کا ٹفن اٹھایا اور کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔سر سید جب واپس آئے تو ٹفن موجود نہ پا کر حیرت زدہ ہو گئے لیکن پھر صورت حال سمجھ کر چپ بیٹھ گئے۔ کچھ وقت گزرا تو انگریز باتھ روم میں گیا۔سر سید نے اس کا ہیٹ اٹھایا اور کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔انگریز واپس آیا تو اپنا ہیٹ نہ پا کر پریشان ہو گیا اور غصے سے سر سید سے پوچھا:

"ویل جنٹلمین!ادھر ہمارا ہیٹ تھا۔کدھر گیا؟"

"تمہارا ہیٹ میرے ٹفن (ناشتہ دان) کے تعاقب میں گیا ہے۔"سر سید نے معصومیت سے جواب دیا۔
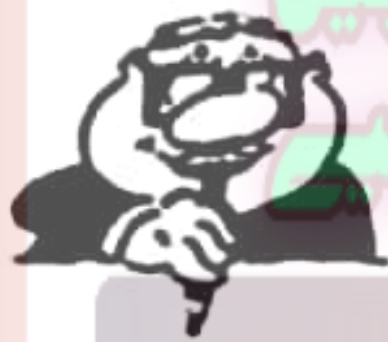
بندے ماترم

ایک دفعہ کسی محفل میں حافظ محمد ابراہیم (جو کانگرس کے زبردست حمایتی تھے) کا سامنا مولانا ظفر علی خاں سے ہو گیا۔مولانا نے دیکھتے ہی برجستہ کہا:

نغمہ توحید اب کس کی زبان پر آئے گا
جب خود ابراہیم بندے ماترم گانے لگے

مادیان قادیان

مولانا جوہر قادیانیت کے سخت خلاف تھے اور مرتے دم تک اس کی مخالفت میں لکھتے رہے۔ایک دفعہ انہوں نے لکھا:

میں نے دی اس کو لگام اور ہو گیا اس پر سوار
ورنہ کس کو مانتی تھی مادیان قادیان

غزل بھی موزوں نہ کر سکے

ایک مرتبہ چند شاعر اکٹھے بیٹھے تھے۔ایک صاحب نے دوران گفتگو کسی شاعر کی تعریف شروع کر دی اور اس تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے گے۔ دلیل دیتے ہوئے کہا۔ جناب ان شاعر کو تو حکومت نے اپنے خرچ پر یورپ بھی پھیرا دیا ہے۔ہری چند اختر بھی اس محفل میں شریک تھے۔برجستہ بولے: "اگر یورپ یا کسی دوسرے ملک میں جانے سے آدمی بڑا شاعر بن سکتا ہے تو میری والد ملک عدم سدھار چکے ہیں۔مگر خدا گواہ وہ آج تک غزل تو ایک طرف ایک شعر تک بھی موزوں نہیں کر سکے تھے۔"

ادارہ تحریر لاپتہ

جس زمانہ میں صدر ایوب مرحوم پاکستان کے حکمران تھے۔اس زمانے میں قتیل شفائی" فارغ بخاری اور رضا ہمدانی ایک ماہوار رسالہ شائع کرتے تھے ایک دفعہ حکومت کے خلاف ایک نہایت قابل اعتراض مضمون شائع ہوا۔ جس نے حکومت کے ایوانوں میں

کھلبی مچادی- چنانچہ گورنمنٹ نے ان کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے- پولیس نے تینوں کو گرفتار کر لیا اور حکومت کو اطلاع دی: "تینوں ایڈیٹر گرفتار کر لیے گئے ہیں مگر ادارہ تحریر ابھی تک عدم پتہ ہیں تلاش جاری ہے-"

ایک بار تمہارے لیے ایک بار میرے لیے

ایک بار ایک مجلس میں بہت سے صوفیائے کرام جمع تھے- حضرت شیخ نجم الدین رازی بھی وہاں موجود تھے- مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو آپ سے امامت کے لیے کہا گیا- آپ نے سہوا (غلطی سے) دونوں رکعتوں میں سورہ قل یایھا الکفرون---الخ (کہہ دیجئے اے کافرو) کی تلاوت کی- جب نماز ختم ہو چکی تو مولانا جلال الدین رومیؒ نے شیخ صدر الدین قونیویؒ سے خوش طبعی کے طور پر کہا: "کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نجم الدین نے یہ سورہ (الکافرون) ایک بار تمہارے لیے پڑھی ہے اور ایک بار میرے لیے-"

دیگ پر چمچہ کی آواز

ایک دن حضرت امیر خسروؒ بادشاہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ سازوں میں کون سا ساز بہتر ہے؟ کسی نے کہا: ستار بہتر ہے- کسی نے کہا: "سارنگی-" کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا- امیر خسرو خاموش بیٹھے سن رہے تھے- لوگوں نے کہا: "حضرت آپ بھی فرمایئے" آپ کیوں چپ بیٹھے ہیں؟ بادشاہ نے ان کی طرف دیکھا اور رائے زنی کا اشارہ کیا- آپ نے فرمایا:

"بہترین ساز ہے" دیگ پر چمچہ کی آواز!"

سب لوگ مذاق سمجھ کر ہنسنے لگے اور آپ خاموش ہو گئے۔ایک ہفتہ کے بعد آپ نے بادشاہ اور سب امراء و وزراء کو کھانے اور سماع کی دعوت پر بلایا۔سب خوش ہوئے کہ امیر خسرو فن موسیقی کے ماہر ہیں۔ان کے ہاں نہایت اعلیٰ قسم کی محفل ہو گئی۔بہت دیر تک محفل سماع ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ رات کے تین بج گئے۔ سب لوگ بھوک کے ہاتھوں پریشان ہو رہے تھے۔ذوق و شوق میں کافی فرق آگیا۔آپ نے اندر جا کر باورچی سے کہا: "اب زور سے دیگ پر چمچہ مارو۔جب اس نے چمچہ مارا تو اس کی آواز سن کر سب لوگوں کی جان میں جان آئی اور محفل میں پھر وہی رونق حال ہو گئی۔" یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا:

"میں نے نہیں کہا تھا کہ دیگ پر چمچہ کی آواز بہترین ساز ہے،اب تم نے خود دیکھ لیا کہ کس قدر دلکش اور جاں پرور آواز ہے۔"

حافظہ

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے حضرت ہشام کلبیؒ سے نقل کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار حافظہ کی تیزی کا ثبوت بھی ایسا دیا ہے کہ شاید کسی نے نہ دیا ہو اور ایک مرتبہ مجھ سے بھول بھی ایسی ہوئی کہ شاید کسی سے نہ ہوئی ہو۔

"میرے حافظہ کی تیزی کا عالم تو یہ ہے کہ میں نے قرآن کریم صرف تین دن میں یاد کر لیا تھا اور بھول ہوئی تو ایسی کہ ایک دن میں نے خط بنانے بیٹھا،ڈاڑھی کو مٹھی میں لے کر نیچے کے بال کاٹنا چاہتا تھا مگر بدحواسی میں مٹھی سے اوپر کے بال کاٹ ڈالے اور پوری ڈاڑھی ہاتھ میں آگئی۔"

ہم دونوں جنتی

عمران بن حطان خارجی فرقے کا مشہور "فصیح و بلیغ شاعر گزرا ہے۔اس کی ذہانت و ذکاوت کے بہت واقعات مشہور ہیں۔علامہ زمخشری نے نقل کیا ہے کہ وہ بے انتہا سیاہ فام اور بد صورت تھا۔اور جتنا وہ بد صورت تھا، اس کی بیوی اتنی ہی خوبصورت تھی۔ایک دن وہ بہت دیر تک اس کے چہرے کو دیکھتی رہی اور پھر اچانک اس نے کہا: "الحمد للہ۔"

عمران نے پوچھا: "کیا بات ہے۔تم نے کس بات پر الحمد للہ کہا ہے؟" بیوی نے کہا۔"میں نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا ہے کہ ہم دونوں جنتی ہیں۔" عمران نے پوچھا: "وہ کیسے؟" کہنے لگی: "اس لیے کہ تمہیں مجھ جیسی بیوی ملی، تم نے اس پر شکر ادا کیا اور مجھے تم جیسا شوہر ملا۔میں نے اس پر صبر کیا اور اللہ نے صابر اور شاکر دونوں کے لیے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔"

نوح ثانی

ہارون الرشید کے دور میں ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے نوح پیغمبر ہوں۔

ہارون الرشید نے اس کو بلا کر پوچھا: "تم وہی نوح ہو جو ایک مرتبہ پہلے بھیجے گئے تھے یا کوئی اور؟"

"اس نے جواب دیا: "میں وہ نوح ہوں جو پہلے ساڑھے نو سو برس زندہ رہا۔اب مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ پچاس سال اور زندہ رہ کر ایک ہزار سال پورے کر لوں۔"

ہارون الرشید نے حکم دیا کہ اسے سولی پر لٹکا دیا جائے چنانچہ اسے پھانسی دے دی گئی۔ابھی وہ سولی پر لٹکا ہوا تھا کہ کوئی ظریف آدمی وہاں سے گزرا اور سولی کی طرف دیکھ کر بولا:

"واہ نوح صاحب! تمہیں اپنی کشتی سے مستول کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔"

سوال کا جواب

ایک دن حضرت شیخ سعدیؒ شیراز کے ایک بازار میں شادی کے خلاف وعظ فرما رہے تھے اور لوگوں کو ناصحانہ انداز میں کہہ رہے تھے کہ لوگو! شادی کبھی نہ کرانا۔ میری بات ماننا۔ مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: "اے سعدی! تم لوگوں کو نیکی کے کام (شادی) سے کیوں منع کرتے ہو؟ آپ اسے فرمانے لگے "بھائی آج شام کو میرے گھر تمہاری دعوت ہے۔ اس سوال کا جواب میں تمہیں وہاں دوں گا۔"

شیخ سعدیؒ شام کو جب گھر آئے تو ادھر بیوی دوپہر سے آپ کا انتظار کر رہی تھی کہ کب شیخ سعدی آئیں اور کھانے کے لیے کوئی چیز بازار سے لائیں۔ خالی ہنڈیا چولہے پر رکھ کر بیٹھی انتظار کر رہی تھی۔ سعدیؒ آئے تو کہا: آج میرے گھر میں ایک مہمان نے آنا ہے اس لیے کوئی اچھی سی چیز پکالو۔ بیوی جو پہلے ہی جلی بھنی بیٹھی تھی "مہمان کے آنے کا سنا تو اور سیخ پا ہو گئی۔ اسی وقت اٹھی اور چولہے پر پڑی ہوئی مٹی کی ہنڈیا کو اٹھایا اور شیخ سعدی کے سر پر اس زور سے دے ماری کہ ہنڈیا کا گھیرا (اوپر والا کنارہ) ایک ہار بن کر سعدی کے گلے میں لٹک گیا۔ اسی شان سے آپ گھر سے باہر نکلے" دیکھا تو مہمان بھی ادھر سے گھر کی طرف آرہا تھا۔ شیخ سعدی کی یہ عجیب و غریب اور قابل رحم حالت دیکھی تو کہنے لگا: "حضرت! یہ آپ کے گلے میں کیا ہے؟" فرمانے لگے:

"بھائی در گلویم نیکیٔ است۔"

"بھائی میرے گلے میں نیکی ہے۔"

یعنی جو سوال تو نے کیا تھا اس کا یہ جواب ہے۔

میرے سنانے کی کیا ضرورت ہے؟

ایک دن ملا نصیر الدین منبر پر وعظ کے لیے کھڑا ہو گیا اور حاضرین سے پوچھا۔ کیا تم کو خبر ہے کہ میں تمہیں کیا سنانے والا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہمیں کوئی خبر نہیں ملا منبر سے اتر آیا اور کہا میں تم جیسے بے خبر لوگوں کو کیا بتاؤں جن کو کچھ خبر نہیں۔ دوسرے دن پھر منبر پر چڑھ کے لوگوں سے مخاطب ہوا: اے سامعین تم کو کچھ خبر ہے کہ میں تم کو کیا سنانا چاہتا ہوں؟ وہ پہلے دن کے تجربے سے کہنے لگے کہ ہاں ہم کو خبر ہے۔ ملا پھر منبر سے اتر آیا اور کہا کہ جب تم کو پہلے ہی خبر ہے تو اب میں کیا بتاؤں؟ تیسرے روز پھر منبر پر آ دھمکا اور پھر وہی سوال کیا کہ تم کو خبر ہے کہ میں تمہیں کیا سنانے لگا ہوں؟ لوگ چونکہ دو روز کے جوابات سے تنگ آچکے تھے۔ اس لیے کچھ لوگوں نے کہا کہ خبر ہے اور کچھ بولے کہ خبر نہیں ہے۔ ملا پھر منبر سے اتر آیا اور بولا کہ جس کو خبر ہے وہ دوسرں کو سنا دے "میرے سنانے کی کیا ضرورت ہے؟

نصیحت

عرب عورتیں اپنی بیٹیوں کو گھر سے رخصت کرتے وقت کچھ نصیحتیں کرتی تھیں "چنانچہ ایک عرب خاتون نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور رخصت کرتے وقت کہا:

"اے میری پیاری بیٹی! اپنے خاوند کے پاس جانے سے پہلے اس کا امتحان لینا۔ اس کے نیزے کے پچھلے حصہ کا لوہا اتارنا۔ اگر وہ خاموش رہے تو اس کی ڈھال پر اسکا گوشت کاٹ لینا اور اگر وہ تسلیم کرے تو اسی کی تلوار سے اس کی ہڈیاں توڑ دینا اور اگر صبر کرے تو اس کی پیٹھ پر پالان ڈال لینا اور پھر خوب سواری کرنا" کیونکہ وہ صحیح گدھا ہو گا۔"

شوہر کے سوا

ہندوستان کے شہر الہ آباد میں ایک طوائف (بازاری عورت) رہتی تھی۔ جس کا نام گوہر تھا۔ ایک دن وہ اکبر الہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: "حضرت! آپ نے بہت سے اشعار کہے ہیں۔ آج میرے بارے میں بھی کوئی شعر ارشاد کریں۔" اکبر نے اسی وقت شعر پڑھ کر اس کی نذر کیا:

"خوش نصیب آج بھلا کون ہے گوہر کے سوا
سب کچھ اللہ نے دے رکھا شوہر کے سوا"

مرغ بے ہنگام

بادشاہ جہانگیر کو صبح بیدار کرنے کے لیے ایک خاص کنیز مامور تھی جو اسے صبح دم جگانے کے لیے ساز چھیڑ دیتی تھی۔ ایک روز کسی مرغ نے قبل از وقت ہی بانگ دے دی۔ بانگ سن کر کنیز نے سمجھا کہ صبح صادق ہو چکی ہے اس نے ساز چھیڑ دیئے۔

بادشاہ بیدار ہوا لیکن یہ دیکھ کر اسے سخت غصہ آیا کہ ابھی تو صبح صادق نہیں ہوئی بلکہ رات کا کچھ حصہ باقی ہے اس نے کنیز کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا۔ ملکہ نور جہاں بھی اس وقت وہیں موجود تھی۔ اس کو اس سانحہ پر سخت افسوس ہوا۔ وہ بادشاہ کے ہاتھوں کنیز کے ناحق قتل کو نہیں دیکھ سکتی تھی، برجستہ کہہ اٹھی:

سر بریدن لازم است آں مرغ بے ہنگام را!
ایں پری پیکر چہ داند وقت صبح و شام را!

ترجمہ:

کیجئے سر تن سے جدا اس مرغ بے ہنگام کا

اس پری پیکر کو کیا اندازہ صبح و شام کا

ملکہ نور جہاں کی بر جستگی جہانگیر پر اثرانداز ہوئی اور کنیز کی جان بچ گئی۔

شکست کا بدلہ

عرب شاعر فرزوق نے (م ۱۱۰ھ) اپنے دور میں تمام بڑے بڑے شعراء کو مات کر دیا لیکن جب شاعر جریر سے ان کا مقابلہ ہوا تو جریر اس پر غالب آ گیا۔

فرزدق جب بستر مرگ پر جان دے رہا تھا تو اس نے اپنی بیوی کو بلایا اور کہا: "تم میرے مرنے کے بعد جریر سے شادی کر لینا۔" بیوی یہ سن کر حیرت سے اس کا منہ تکنے لگی۔ کہنے لگی: "وہ تو تمہارا جانی دشمن ہے اور تم کو اس سے شدید نفرت ہے۔ تم دونوں ساری زندگی ایک دوسرے کو برا بھلا اور گالیاں دیتے رہے اور اب مجھ کو یہ وصیت کر رہے ہو؟ "فرزدق کہنے لگا: "ہاں میں بالکل درست کہہ رہا ہوں۔ اور باہوش و حواس کہہ رہا ہوں اس لیے کہ میں اس سے شکست کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔"

اقبال اور اکبر

علامہ اقبال کو تمام پھلوں میں سب سے زیادہ آم پسند تھے اور ان میں بھی لنگڑا آم بہت پسند کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آموں کے موسم میں اکبر الہ آبادی نے آپ کو آم بھیجے جو لنگڑا قسم کے تھے۔ علامہ اقبال نے آم وصول کرنے کے بعد اکبر الہ آبادی کو شکریہ کا خط لکھا تو اس میں یہ شعر تحریر کیا:

اثر یہ تیرے اعجاز مسیحائی کا ہے اکبر
الہ آباد سے لنگڑا چلا لاہور تک پہنچا

ایام جوانی

ایک دن مغل شہنشاہ جہانگیر تفریح طبع کی خاطر نور جہاں کے ہمراہ شاہی محل کے جھروکے میں آبیٹھا اور سامنے شاہراہ کا نظارہ کرنے لگا- اس وقت ایک بوڑھا آدمی شاہراہ سے گزر رہا تھا جس کی کمر دوہری ہو چکی تھی- اسے دیکھ کر جہانگیر متفکر ہو گیا- اور نور جہاں سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا:

چرا خم گشتہ می گردند پیران جہاں دیدہ

ترجمہ: خمیدہ ہو کے کیوں چلتے ہیں پیران جہاندیدہ؟

مبارک ہو

مغل بادشاہ اکبر جنگل میں شکار کھیل رہا تھا- اس نے ایک ہرن پر تیر چلایا لیکن خطا گیا- بیربل پاس ہی تھا- اس نے فوراً کہا: مبارک ہو- اکبر نے کہا: تم میرا مذاق اڑاتے ہو؟ کہنے لگا: "ظل الٰہی! میں نے تو ہرن کو مبارک دی ہے-"

انعام لاؤ

ایک دفعہ ملا نصیر الدین چوک میں کھڑے ہو کر زور و شور سے اعلان کرنے لگا:
"لوگ! ادھر آؤ، میں تمہارے لیے بہت بڑی خوشخبری لایا ہوں-" "اس شہر میں یہ رواج تھا

کہ جو شخص خوشخبری لائے اس کو مختلف انعامات سے نوازا جاتا- چنانچہ کافی تعداد میں لوگ ملا نصیر الدین کے اردگرد کھڑے ہو گئے- ملا بار بار یہ پکار رہے تھے کہ لوگو میں تمہارے لیے بہت بڑے خوشخبری لایا ہوں- تم جلدی جلدی میرے لیے انعامات لاؤ چنانچہ کوئی شخص دوڑتا ہوا گیا اور لڈوؤں کا ڈبہ لے آیا- کوئی گیا اور کپڑوں کا نیا جوڑا لے آیا- بعض لوگوں نے ملا کے سامنے دولت کا ڈھیر لگا دیا- اب جب انعامات کی بارش ہو چکی تو لوگوں نے کہا: "بھئی ہمیں خوشخبری تو سناؤ-" اس پر ملا نے اعلان کیا: "لوگ! خوب خوشیاں مناؤ- اللہ نے آج رات تمہارے ملا نصیر الدین کو ایک چاند سا بیٹا عطا کیا ہے-"

گدھے اور گھوڑے میں فرق

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے ایک دفعہ ایک انگریز نے ازراہ تمسخر سوال کیا: شاہ صاحب! تمام انگریز تو ایک ہی رنگ و روپ (یعنی سفید رنگ) کے ہیں اور خوبصورت بھی ہوتے ہیں- یہ کیا وجہ ہے کہ آپ کی قوم کے (ہندوستانی) لوگ کوئی کالا" کوئی گورا" کوئی گندمی اور کوئی سانولہ ہوتا ہے- آخر ان رنگوں کے اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

آپ نے فوراً جواب دیا: "بھئی تم نہیں جانتے کہ گدھوں کا رنگ عموماً ایک جیسے ہوتے ہیں مگر گھوڑوں میں کوئی سبز، کوئی سیاہ، کوئی سفید، کوئی سرخ رنگ کے ہوتے ہیں-"

انگریز یہ سن کر شرمندہ اور لاجواب ہو گیا-

جاہل شاعر

ایک جاہل شاعر نے مولانا جامیؒ کے اس شعر پر اعتراض کیا:

بس کہ در جان نگار و چشم بیدارم توئی!
ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی!

ترجمہ: "یعنی تو میرے دل اور آنکھوں میں اس طرح سمایا ہوا ہے کہ دور سے ہر آنے والے کو میں سمجھتا ہوں کہ تو ہی ہے۔"

وہ جاہل شاعر کہنے لگا: "جناب اگر دور سے گدھا آتا دکھائی دے تو پھر آپ کیا سمجھیں گے؟" مولانا جامی نے برجستہ جواب دیا:

"میں سمجھوں گا کہ تو ہی ہے"

انعام لینے آیا ہوں

مامون الرشید ایک دفعہ خرسان سے حج کے لیے مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ طوس کے مقام پر اسے ایک شخص ملا۔ کہنے لگا: "اے خلیفہ میں ایک بدو ہوں۔" مامون نے کہا: "کوئی تعجب کی بات نہیں۔" اس نے کہا: "میں حج کے لیے جانا چاہتا ہوں۔" مامون نے کہا: "اللہ کی زمین وسیع ہے بڑی خوشی سے جاؤ۔" وہ کہنے لگا: "میرے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔" مامون نے اس کو جواب دیا: "تب تو تجھ پر حج فرض نہیں ہوتا۔" بدو بولا: "اے امیر المومنین! میں آپ سے کچھ انعام لینے آیا ہوں فتویٰ تو نہیں پوچھنے آیا۔"

مامون الرشید ہنس پڑا اور اسے انعام دینے کا حکم دیا۔

پیسہ دھیلہ بیٹھ جاؤ

۱۰ مارچ ۱۹۱۹ء کی شام کو موچی دروازہ اور شاہ عالمی دروازہ (لاہور) کے درمیان ایک جلسہ میاں سر فضل حسین کی صدارت ہو رہا تھا۔ ملک کے مشہور ادیب سر عبدالقادر تقریر کر رہے تھے۔ موضوع تھا: "دولت عثمانیہ کا زوال۔" سر عبدالقادر کے بعد "پیسہ اخبار" کے مدیر مولوی محبوب عالم صاحب آئے۔ چونکہ یہ اخبار شروع ہی سے انگریزوں کی حمایت اور ترکوں کی مخالفت کر رہا تھا" اس لیے سامعین نے شور مچادیا: پیسہ پیسہ کھوٹا پیسہ" بیٹھ جاؤ" ٹھادو غیرہ وغیرہ۔ اس پر مولوی صاحب بیٹھ گئے اور ان کے بیٹے بینچ پر آکر تقریر کرنے لگے۔ ان کو دیکھ کر دوبارہ شور اٹھا: دھیلہ دھیلہ بیٹھ جاؤ" ٹھادو اسے بھی۔" آخر شرمندہ ہو کر اس کو بھی بیٹھنا پڑا۔

سمجھ

۱۹۲۹ء میں علامہ اقبال نے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے ہال میں چھ خطبے انگریزی میں ارشاد فرمائے۔ پہلے خطبہ میں سر عبدالقادر (صدر جلسہ) نے مولانا ظفر علی خاں اور پروفیسر احمد شاہ بخاری پطرس سے کہا کہ وہ خطبے کے اہم نکات نوٹ کرتے جائیں اور خاتمے پر حاضرین کو اردو میں سمجھائیں۔ جب خطبہ ختم ہوا تو مولانا ظفر علی خاں مائیک پر آئے اور یہ کہہ کر بیٹھ گئے کہ یہ خطبہ میرے ناقص فہم سے بہت بلند تھا۔ اس لیے میں معذرت چاہتا ہوں۔ پھر پروفیسر احمد شاہ بخاری پطرس اٹھے اور کہنے لگے: "اس میں مشکل کون سی چیز تھی؟ سر اقبال نے اپنا خطبہ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین" سے شروع کیا جس کا ترجمہ یہ ہے: "خواتین و حضرات۔" رہا باقی خطبہ تو اس کا مفہوم آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں اس لیے اسلام علیکم۔" پطرس یہ کہہ کر اپنی نشست پر بیٹھ گئے اور ہال قہقہوں سے گونج اٹھا۔

اب کس کو ذبح کیا جائے

بقرہ اور نساء قرآن حکیم کی دو سورتوں کے نام ہیں-بقرہ کے معنی گائے اور نساء کے معنی عورتیں ہیں-اس حوالہ سے ایک واقعہ ہے کہ:

"علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم (بانی ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے تقسیم ہندوستان سے قبل ۱۹۳۶ء میں سول سیکرٹریٹ لاہور میں قرآن حکیم کے درس کا آغاز کیا-جب سورہ بقرہ ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ فلاں تاریخ کو اس خوشی میں مقبرہ جہانگیر میں ایک گائے ذبح کی جائے گی اور اس کے گوشت کو پکا کر حاضرین درس کو کھلایا جائے گا چنانچہ پروگرام کے مطابق سورہ بقرہ کے درس کی خوشی میں گائے کو ذبح کر کے حاضرین کو کھلایا گیا" علامہ صاحب کی بیگم کہنے لگیں:

"علامہ صاحب! سورہ بقرہ ختم کرنے کی خوشی میں گائے کے گوشت سے تواضع کی گئی تو جب سورہ نساء ختم ہو گی تو پھر کس کو ذبح کیا جائے گا؟ (یعنی عورتوں کو؟)"

ایک شعر

خواجہ عزیز الحسن ایک بزرگ گزرے ہیں-ان کے ایک بھانجے کو انگریزی حکومت کی طرف سے "خان بہادر" کا لقب عطا ہوا-ان کے اعزاز میں دوستوں نے ایک بڑی پارٹی کا اہتمام کیا-جب آپ کے بھانجے تقریب میں تشریف لائے تو بڑی شان و شوکت سے اور بن ٹھن کر آئے-خواجہ صاحب نے جب اپنے بھانجے کو اس شان سے آتے دیکھا تو برجستہ کہا:

کیا شان دکھاتے ہو تم اے خان بہادر

تم خان بہادر ہو ہم ایمان بہادر

تالا کھول کر دکھاؤ

عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے سامنے ایک مدعی نبوت کو پیش کیا گیا- خلیفہ نے اس کو کہا اگر تم واقعی نبی ہے تو یہ قفل (تالا) بغیر چابی کے کھول کر دکھا دو، ہم تم کو نبی مان لیں گے وہ کہنے لگا: "اے خلیفہ! میں نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے" لوہار ہونے کا دعویٰ نہیں کیا-"

میں تو سمجھتا ہوں

ابو نواس ہارون الرشید کے دور کا ایک نامور شاعر تھا- جاحظ کا قول ہے کہ میں نے ابو نواس سے زیادہ علم لغت میں کسی کو ماہر نہیں پایا- زندہ دلی اور ظرافت میں بھی بہت مشہور تھا- اس کا ایک پر لطف واقعہ کتب تاریخ میں موجود ہے- ایک دن ہارون الرشید نے دربار میں کہ کہ "عذر گناہ بد تراز گناہ" کو جو مشہور مقولہ ہے وہ غلط ہے- ابو نواس نے عرض کیا کہ صحیح ہے اور کسی مواقع پر اس کو ثابت کروں گا- چند روز کے بعد ابو نواس قصر الخلد کے ایک گوشہ میں جا کر چھپ رہا- جیسے ہی ہارون الرشید قریب آیا- دوڑ کر لپٹ گیا- رشید چونک پڑا- دیکھا تو ابو نواس ہے- برہم ہو کر پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ ابو نواس کہنے لگا: "امیر المومنین معاف فرمائیں- میں تو سمجھا تھا کہ زبیدہ خاتون آرہی ہے- اس لیے ہم آغوش ہو گیا-" یہ سنتے ہی رشید غضبناک ہو گیا- ابو انواس نے فوراً عرض کیا: "امیر المومنین، ذرگناہ- بد تراز

گناہ" کے یہی معنی ہیں۔ قصور معاف ہو گیا۔ اور رشید ہنستا ہوا محل کے اندر چلا گیا۔

منحوس کون

اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک ایک دن شکار کے لیے نکلا اور یہ بہت بد شگون آدمی تھا۔ راستہ میں اس کو ایک کانا آدمی ملا۔ اس نے کہا: اس کو باندھ کر ایک ویران کنوئیں میں پھینک دو۔ پس اگر ہم نے آج شکار کر لیا تو اسے چھوڑ دیں گے" ورنہ اس کو قتل کر دیں گے کہ یہ ہمارے سامنے کیوں آیا؟ پس سپاہیوں نے اس بے چارے کانے کو باندھ کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ اتفاق سے اس دن سلیمان نے اس قدر شکار کیا کہ زندگی بھر کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ بڑا خوش تھا۔ واپس آیا تو اس کانے آدمی کو باہر نکالنے کا حکم دیا۔ جب وہ کانا شخص اس کے سامنے لایا گیا تو سلیمان بولا۔ اے شیخ میں نے تیری پیشانی سے زیادہ مبارک پیشانی کسی کی نہیں دیکھی۔ اس آدمی نے کہا:

"اے امیر المومنین! تو سچ کہتا ہے لیکن میں نے تجھ سے زیادہ اپنی سامنے آنے والا منحوس شخص آج تک نہیں دیکھا ہے (کہ جس کی وجہ سے مجھے سارا دن بھوکا پیاسا کنوئیں میں رہنا پڑا)" سلیمان یہ سن کر ہنس پڑا اور اسے انعام دے کر رخصت کیا۔

کیونکہ یہ میرا سسر ہے

قائداعظم محمد علی جناح جب وکالت کرتے تھے ان دنوں بمبئی میں ایک چوٹی کا

ہندو وکیل بھی تھا جسے اپنی ذہانت، قابلیت اور پیشہ ورانہ تجربہ پر بڑا ناز تھا۔ ایک دن چند وکیل بیٹھے کسی نکتہ پر بحث کر رہے تھے۔ ایک صاحب بولے: "محمد علی جناح اس نکتہ پر صحیح روشنی ڈال سکتے ہیں۔" ہندو وکیل نے محمد علی جناح کی طرف نظر حقارت سے دیکھا اور کہنے لگا: "محمد علی جناح اس بارے میں کیا جانے؟" کیونکہ

"He is child in law."

(یعنی وہ تو ابھی قانون میں بچہ ہے) قائداعظم نے برجستہ جواب دیا:

"ہاں! یہ ٹھیک کہتا ہے۔"

"Because he is my father-in-law."

(کیونکہ وہ میرا سسر ہے۔)

شاعری

اکبر الہ آبادی کی طنزیہ اور مزاحیہ شاعری معاشرے کی عام برائیوں اور خرابیوں کی بھی بہترین عکاسی کرتی ہے۔ ان کی شاعری کے چند نمونے کے اشعار پیش ہیں:

"اس دنیا میں حق و باطل کا ٹکراؤ آغاز کائنات سے ہے۔ برائی انسان کے پاس اپنی پوری زیب و زینت سے آتی ہے اور اس میں نیکی کی نسبت کشش بھی زیادہ ہے۔" اکبر بڑے خوبصورت انداز میں اس کا ذکر کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

ہم ریش دکھاتے ہیں کہ اسلام کو دیکھو
مس زلف دکھاتی کہ اس "لام" کو دیکھو

(اکبر کہتے ہیں کہ ہم ڈاڑھی دکھاتے ہیں کہ اسلام کی طرف آؤ لیکن ماڈرن مس اپنے ماتھے پر زلف کا کنڈل "ل" کی شکل کا بنا کر دکھاتی ہے اور کہتی ہے کہ اسلام کو نہ دیکھو بلکہ

اس "لام" کو دیکھو۔)

ایک جگہ کہتے ہیں:

ادھر سرخی سے گلگوں کی تھی" انڈوں کی زردی تھی
ادھر ریش سفید اپنی تھی اور شدت سے سردی تھی

بے عمل واعظوں کے متعلق کہتے ہیں:

اوروں پہ جب ہے وعظ تو پہلی صدی میں ہیں
اپنی غرض ہے جب تو نئی جنتری میں ہیں

دوغلے قسم کے انسان سے متعلق کہتے ہیں:

دے بھی ہوٹل میں پیو چندہ بھی دو مسجد میں
شیخ بھی خوش رہیں شیطان بھی ناراض نہ ہو

چند طنزیہ اشعار اور ملاحظہ ہوں:

(i) یہ اپنے جی میں تو ٹھان لی تھی کہ یاد خدا کریں گے
مگر معاً یہ خیال آیا ملی نہ روٹی تو کیا کریں گے

(ii) مسجدیں سنسان ہیں اور کالجوں کی دھوم ہے
مسئلہ قومی ترقی کا مجھے معلوم ہے!

(iii) قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ

(iv) ہوں میں وہ رند اگر حشر میں ملزم ٹھہروں
فیصلے کی لیے حوروں کا کمیشن بیٹھے!

(v) دعوئی بہت بڑا ہے ریاضی میں آپ کو
طول شب فراق کو تو ناپ دیجئے

صبر

مامون الرشید کے دور میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مامون الرشید نے اس کو کہا: "اگر تو پیغمبر ہے تو میں تجھ سے اسی وقت تربوز چاہتا ہوں۔" اس نے کہا: "مجھے تین روز کی مہلت دے دو۔" مامون نے کہا: "میں صرف ایک گھڑی مہلت دیتا ہوں۔" اس نے کہا: "اے امیر المومنین! آپ نے انصاف نہ کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نہیں فرمایا کہ میں نے زمین و آسمان چھ دنوں میں بنائے۔ جب اللہ کی ذات چھ دنوں میں ایک چیز بناتی ہے تو تو میری خاطر تین روز تک صبر نہیں کر سکتا؟"

مامون الرشید اس کی بات سن کر ہنس پڑا۔

ہائے لٹ گیا

مولانا روم "مثنوی مولوی معنوی" میں فرماتے ہیں:

ایک شہر میں ایک چور رات کو دیوار میں نقب لگا رہا تھا۔ ایک آدمی نے، جو ابھی جاگ رہا تھا، اوپر سے دیکھا تو بولا: "اے بابا! تو کس کام میں لگا ہوا ہے، خیر تو ہے؟ آدھی رات کو تو کیا کر رہا ہے؟ تو کون ہے؟" اس نے کہا: "اے بزرگ! میں ڈھول بجا رہا ہوں۔" اس نے کہا: "ارے آواز تو نہیں آ رہی۔" چور نے کہا: اس کی آواز تو صبح کو آئے گی جب تو کہے گا: "ہائے میں لٹ گیا۔ ہائے لٹ گیا۔"

قصور

ایک دفعہ حضرت شاہ عبدلعزیز محدث دہلویؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ طوائف کی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا: "جو لوگ ان کے پاس جاتے ہیں، ان کا جنازہ پڑھتے ہو یا نہیں؟" اس نے کہا: "پڑھتا ہوں- آپ نے فرمایا: تو پھر طوائف نے تمہارا کیا قصور کیا ہے؟"

سالا

حضرت شاہ سید محمد ذوقیؒ بمبئی میں اپنے ایک مرید کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے ایک دن ایک نوجوان آپ کے پاس آیا اور کہا: "وہ سالا ہمیں پیسے نہیں دیتا ہے- پیر صاحب ایسا تعویذ دو کہ وہ سالا ہمیں پیسے دینے لگے-" حضرت شاہ صاحب اس کی بات سے بڑے حیران ہوئے- پوچھا: "کون سالا؟ کیا تمہاری بیوی کا بھائی؟" کہنے لگا: "نہیں پیر صاحب وہ سالا ہمارا باپ سالا-" شاہ صاحب نے بناوٹی غصے سے کہا: "ہم تمہیں تعویذ نہیں دیں گے- تم اپنے باپ کو سالا کہتے ہو! بعد میں ہمیں بھی سالا کہو گے-" وہ ناراض ہو کر چلا گیا- زینے سے اترتے ہوئے شاہ صاحب نے سنا کہ وہ نوجوان کہہ رہا تھا:

"سالے پیر صاحب نے تعویذ نہیں دیا-"

عقل اور عشق

ایک بار علامہ اقبالؒ سے سوال کیا گیا کہ عقل کی انتہا کیا ہے؟ فرمایا- "حیرت-"

سوال کیا گیا۔ عشق کی انتہا کیا ہے ؟ فرمایا۔ "عشق کی کوئی انتہا نہیں یہ تو لاانتہا ہے
سوال کرنے والے نے کہا۔ پھر آپ نے یہ کیوں کہا ہے:

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

علامہ اقبال یہ سن کر مسکرا پڑے۔ فرمانے لگے: دوسرا مصرع بھی تو پڑھیے:

میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

رخت سفر

امام شافعیؒ جس روز پیدا ہوئے اسی دن امام ابو حنیفہؒ کا انتقال ہوا۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ ہے کہ احناف (امام ابو حنیفہؒ کی پیروی کرنے والے) نے شوافع (امام شافعیؒ کی پیروی کرنے والے) سے مزاحاً کہا: "جب تک ہمارے امام زندہ رہے آپ کے امام نے اس دنیا میں آنے کی جرات نہ کی۔" شوافع نے جواب دیا: "نہیں، بات یوں ہے کہ آپ کے امام میں تحمل و تاب کی کمی ہے۔ ہمارے امام کی آمد ان سے برداشت نہ ہوئی۔ ادھر امام شافعیؒ پیدا ہوئے اور آپ کے امام نے رخت سفر باندھا۔"

ربیع حاجب

ربیع حاجب بیان کرتا ہے کہ ایک رات عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کو نیند نہ آئی۔ مجھے حکم دیا کہ کسی باکمال کو بلاؤ تاکہ اس کی باتوں سے دل کو بہلاؤں۔ میں نے کہا: "ابن عباس منتوق بڑا خوش شخص ہے۔ اگر حکم ہو تو اس کو بلا لاؤں؟" منصور بولا: "آدمی تو موزوں ہے

مگر لالچی بہت ہے۔بلاؤ تو پہلے اس سے قسم لے لینا کہ مجھ سے کچھ نہ مانگے۔"ربیع حاجب کہتا ہے کہ میں ابن عباس منتوق کے گھر گیا اور اسے بلا کر سمجھایا کہ آج رات میں تم کو خلیفہ کی خدمت میں لے چلتا ہوں مگر پہلے قسم کھانی پڑے گی کہ تم ان سے کچھ مانگو گے نہیں۔یہ سن کر ابن عباس ہنسا اور قسمیہ وعدہ کیا کہ آج کی رات وہ خلیفہ سے کچھ نہ مانگے گا۔میں اسے اپنے ساتھ لیے ہوئے منصور کی خدمت میں پہنچا اور ابن عباس اس کو بہت سی مزے دار اور دلچسپ حکایتیں سنانے لگا۔کسی بات پر منصور نے کہا: "ابن عباس! ہمارے شہر بغداد کا محلّہ کرخ کیسی پر فضا اور اچھی جگہ ہے۔" ابن عباس نے جواب دیا: "امیر المومنین! جگہ تو اچھی ہے مگر اس میں ایک عیب بھی ہے۔" منصور نے پوچھا: "وہ عیب کیا ہے؟" ابن عباس نے جواب دیا: "یہ کہ کرخ میں میری اتنی زمین بھی نہیں ہے کہ قدم رکھ سکوں۔"

ربیع حاجب کہتا ہے کہ یہ سن کر مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے اس کو ڈانٹ کر کہا: "تجھے شرم نہیں آتی کہ تو وعدہ خلافی کر رہا ہے۔تو نے قسم کھائی تھی کہ امیر المومنین سے کچھ نہ مانگے گا، پھر یہ خلاف ورزی کیسی؟" ابن عباس بولا: "تو میں نے مانگا کب؟ نہ مانگا ہے اور نہ مانگنا چاہتا ہوں۔صرف اپنا حال بیان کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو امیر المومنین کا بد نصیب غلام بنا کر بھیجا ہے کہ دوسرے تو کرخ میں باغ اور مکان بنا کر مزے سے رہتے ہیں اور میرے نصیب میں وہاں کی ہوا بھی نہیں۔"

ان دونوں کی گفتگو سن کر منصور ہنس پڑا اور اس نے حکم دیا کہ ابن عباس کو محلّہ کرخ میں مکان بنوانے کے لیے پچاس ہزار درہم دیے جائیں۔

یورپ پلٹ

ایک صاحب یورپ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس لوٹے تو علامہ

اقبال سے ملنے کے لیے آئے۔ آپ نے پوچھا: کیوں بھئی !ولایت سے ہو آئے ہو؟ انہوں نے فخریہ انداز میں جواب دیا: "میں تو آٹھ سال کی عمر میں ہی انگلستان چلا گیا تھا۔" یہ جواب سن کرڈاکٹرصاحب مسکرائے اور فرمایا: پھر تو آپ کو یوں کہنا چاہیے تھا:

میموں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں

نصیحت

مولانا روم نے "مثنوی مولوی معنوی" میں ایک حکایت لکھی ہے:

ایک آقا اور اس کا ملازم جارہے تھے۔ مسجد کے پاس سے گزرے تو ملازم نے کہا: "میں ذرا نماز ادا کر لوں۔" آقا باہر کھڑا رہا۔ ملازم اندر چلا گیا۔ "نماز ادا کی، دل لگ گیا۔ اللہ کی یاد میں مشغول ہو گیا۔" آقا باہر کھڑا تنگ آ گیا اس نے آواز دے کر کہا: "تمہیں کس نے اندر پکڑ رکھا ہے؟" ملازم نے جواب دیا: "جس نے آپ کو باہر پکڑ رکھا ہے۔"

موضوع کیا ہے

مولانا محمد حسین آزاد ایک مرتبہ دہلی میں تقریر کر رہے تھے۔ دو گھنٹے سے بڑے جوشیلے انداز میں خطاب جاری تھا۔ سامعین میں سے ایک نوجوان کھڑا ہوا اور کہا: "حضرت! موضوع کیا ہے؟" مولانا کہنے لگے: "کم بخت بیٹھ جاؤ، تقریر میں موضوع نہیں ادا ہوا کرتا۔"

قسم

ایک نوجوان امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میری پہلی بیوی موجود ہے اور مجھے اس سے محبت بھی ہے مگر بعض وجوہات کی بنا پر ایک اور شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے اپنی بیوی کو طلاق دو، ورنہ ہم لڑکی نہیں دیتے۔ کوئی ایسی ترکیب بتایئے کہ مطلب بھی پورا ہو جائے اور پہلی بیوی کو طلاق بھی نہ دینی پڑے۔ امام صاحب فرمانے لگے: "اس کی ترکیب تو بہت آسان ہے۔ اپنی بیوی کو کہو کہ تھوڑی دیر کے لیے قبرستان میں جاکر بیٹھ جائے اور تم ان لوگوں کے پاس جاکر قسم کھالو کہ میں اپنی ہر ایک بیوی کو سوائے اس کے جو قبرستان میں ہے طلاق دیتا ہوں۔ تمہاری اس قسم سے حاضرین سمجھیں گے کہ قبرستان میں کوئی مردہ بیوی ہے اور تمہاری غرض پوری ہو جائے گی۔"

کپڑے واپس کردو

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں: "ایک شاعر چوروں کے ایک سردار کے پاس گیا اور اس کی تعریف کی تاکہ وہ اس کو کچھ انعام دے دے۔" سردار نے حکم دیا: "اس کے کپڑے اتار لیں اور گاؤں سے نکال دیں۔" بے چارہ سخت سردی میں ننگا جارہا تھا۔ کتے اس کے پیچھے لگ گئے۔ اس نے چاہا کہ پتھر اٹھائے اور کتوں کو بھگائے۔ زمین پر برف جمی ہوئی تھی۔ مجبور ہو گیا اور کہنے لگا: یہ لوگ کیسے حرام زادے ہیں۔ کتوں کو کھول دیا اور پتھر کو باندھ دیا۔ چوروں کے سردار نے جب کھڑکی سے دیکھا تو ہنس پڑا اور کہنے لگا: اے شاعر مجھ سے کچھ مانگ۔ اس نے کہا: بس اپنے کپڑے چاہتا ہوں اگر آپ عطا فرمادیں۔

ہم آپ کی عطا کے عوض کوچ کر جانے پر راضی ہیں

سردار کو اس پر رحم آگیا۔ اس کے کپڑے واپس دلائے اور کچھ نقدی بھی دی۔

کوئی دوا بتا دیں

فقیر سید نجم الدین ایک مرتبہ کسی تقریب میں شرکت کے سلسلے میں لاہور آئے۔ علامہ اقبال بھی وہاں موجود تھے۔ فقیر صاحب کے ہمراہ ان کا ان پڑھ ملازم بھی تھا۔ اپنے ملازم سے مخاطب ہو کر انہوں نے کہا:

"دیکھو یہ وہی ڈاکٹر اقبال ہیں جن کا میں اکثر تم سے ذکر کرتا رہتا ہوں۔"

جب وہ تھوڑی دیر کے لیے کہیں اٹھ کر چلے گئے تو ملازم نے نہایت ادب سے علامہ اقبال سے درخواست کی:

"ڈاکٹر صاحب! میرے پیٹ میں اکثر درد رہتا ہے۔ آپ کوئی دوا بتا دیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔"

میرے سامنے نہ آنا

ایک فلسفی کا نکاح ایک بدصورت عورت سے ہو گیا۔ شب زفاف عورت کہنے لگی: میرے آقا تمہارے رشتہ دار کافی ہیں۔ مجھ کو بتا دو کہ میں کس سے پردہ کروں اور کس کے سامنے نہ آؤں؟

فلسفی بولا: "جس جس کے سامنے تیرا جی چاہے آنا لیکن صرف میرے سامنے نہ آنا۔"

بیٹے سے پوچھ لو

حفص بن غیاث کہتے ہیں: میں نے ادریس الاودی کو دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ اعمش کے پاس آیا اور کہا: "اے ابو محمد! یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ قرآن کا علم جانتا ہے۔ علم فرائض، شاعری، صرف و نحو اور فقہ سے بھی اس کو گہرا لگاؤ ہے۔" اعمش خاموش سے سنتے رہے۔ پھر اس نے اعمش سے ایک چیز کے بارے میں سوال کیا۔ اعمش فرمانے لگے: "اپنے بیٹے سے پوچھ لو۔"

ترکاری اور انجیر کا فرق نہیں جانتا

عباسی خلیفہ ہارون الرشید کو خبر پہنچی کہ بصرہ میں ایک شخص جو بڑا ظریف ہے، شعر خوب کہتا ہے اور فی البدیہہ کہتا ہے۔ ہارون الرشید نے اسے اپنے دربار میں طلب کیا اور شریک مجلس کر لیا۔ ندیموں اور حاشیہ نشینوں کی خاص تعداد اس موقع پر موجود تھی۔ وہ شخص جب داخل مجلس ہوا تو خلیفہ کی شان میں ایک قصیدہ مدحیہ پڑھنے کی اجازت طلب کی۔

ہارون الرشید نے کہا: "ہمیں اپنے مدحیہ قصیدے سے تو معاف رکھو لیکن یہاں جتنے لوگ جمع ہیں ایک ایک کر کے سب کی ہجو میں فی البدیہہ طور پر کچھ کہو تو بات ہے۔"

شاعر ظریف نے پوچھا: "اے امیر المومنین! کس شخص سے شروع کروں؟" خلیفہ نے مسلم بن باہلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "یہاں سے! اس شاعر ظریف نے مسلم بن باہلی کی ایسی کڑوی ہجو کی کہ اس میں تاب ضبط نہ رہی، تلوار میان سے نکال لی۔"

ہارون الرشید نے ڈانٹا: "خبردار! یہ شاعر ہے۔ شاعر کی بات کا برا نہیں مانتے"

بیٹھے رہو اپنی جگہ خاموشی سے۔بیچارہ مسلم بن باہلی بیٹھ گیا۔

اسی طرح اس شاعر نے باری باری ہر شخص کی ایک سے ایک بڑھ کر ہجو کی۔ ہر شخص تلملا کر رہ گیا۔اور ہر ایک کو خلیفہ یہی کہہ کر روکا اور خاموش کیا:

"یہ شاعر ہے۔شاعر کی بات کا کیا برا ماننا!"

آخر جب سب کی ہجو ہو گئی اور صرف ہارون الرشید باقی رہ گیا تو شاعر نے خاموشی اختیار کرلی۔ہارون الرشید نے اس سے کہا: میں تجھے قسم دیتا ہوں اگر میری ہجو میں بھی اپنا زور کلام نہ صرف کرے۔اب شاعر کیوں چپ رہتا۔چنانچہ خلیفہ کی ہجو میں اس نے جو اشعار کہے ان کا ترجمہ یہ ہے:

"اے آنکھ، آنسو بہا!اس عبرت کی بات پر کہ لوگوں نے ہارون کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے جو اللہ کا خلیفہ ہے لیکن ترکاری اور انجیر کا فرق بھی نہیں جانتا۔"

ہارون غضب ناک ہو کر کہا:"حرام زادے، تیری ہجو گوئی یہاں تک پہنچ گئی۔"

اور حکم دیا:"تلوار اور قتل کے لیے مجرم کو بٹھانے کا نطع (چمڑا) لاؤ۔"

تمام حاضرین نے یک زبان ہو کر عرض کیا:"اے امیر المومنین! یہ شاعر کی بات ہے اور شاعر کی بات کا کیا برا ماننا! ہارون ہنس پڑا اور اسے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔"

تبرک

ایک مہمل گو شاعر نے مولانا جامیؒ سے کہا کہ جب میں خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو تبرک کے طور پر میں نے اپنے دیوان کو حجر اسود سے رگڑا۔ مولانا جامیؒ فرمانے لگے:"بہتر تو یہ تھا کہ اسے آب زم زم سے رگڑتے۔"

کچھ تو دو

جب قائداعظم محمد علی جناح نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست کا مطالبہ کیا تو کانگرس اور بالخصوص گاندھی کو یہ بات بہت ناگوار گزری- ایک دن گاندھی سے بمبئی میں محمد علی جناح کی اچانک ملاقات ہو گئی- گاندھی کہنے لگا: "مسٹر محمد علی جناح! ہندو اور مسلمان ایک ہی ملک ہندوستان کے شہری ہیں- فرق اتنا ہی ہے کہ میں تمہارا بڑا بھائی ہوں اور تم میرے چھوٹے بھائی ہو- اس لیے میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ اپنی اس دھرتی کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کریں- ہم دونوں بھائی مل کر اس ملک کا نظم چلاتے ہیں-"
قائداعظم فرمانے لگے: "ٹھیک ہے میں تمہارا چھوٹا بھائی ہوں- اور وراثت میں برابر کے حصے کا حق دار ہوں- خیر میں ایثار سے کام لیتا ہوں- تم زیادہ حصہ لے لو، مجھے کم دے دو لیکن چھوٹے بھائی کو کچھ تو دو-"

قوم کا غم

مولانا محمد علی جوہر کو آخری عمر میں ذیابیطس (شوگر) کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا- جب کانگرس نے نمک بنانے کی تحریک شروع کی اور گاندھی جی نے مولانا کو بھی نمک بنانے اور سول نافرمانی میں حصہ لینے کی دعوت دی تو مولانا محمد علی جوہر گاندھی سے کہنے لگے:
"میں کیا نمک بناؤں گا، قوم کے غم میں دس سال سے شکر جو بنا رہا ہوں-"

تخلص

ایک مرتبہ مولانا الطاف حسین حالی سہارن پور تشریف لے گئے اور وہاں ایک معزز رئیس کے پاس ٹھہرے جو بڑے زمیندار بھی تھے۔ اتفاق سے اس دن ایک کسان آ گیا اور رئیس سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ رئیس کہنے لگا: کم بخت! تو ان بزرگ کو نہیں جانتا حالانکہ سارے ہندوستان میں ان کا شہرہ ہے۔ یہ مولوی حالی ہیں۔ اس پر کسان نے بڑے تعجب سے کہا: جی کبھی ہالی میں مولوی ہوئے ہیں؟

وہ کسان حالی کو ہالی سمجھا جس کے معنی "ہل چلانے والے" کے ہیں۔

مولانا حالی لیٹے ہوئے تھے۔ کسان کا یہ فقرہ سن کر پھڑک اٹھے۔ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور رئیس سے کہنے لگے: "حضرت اس تخلص کی داد آج ملی ہے۔"

مینوں نہیں سردا

علامہ اقبال کے استاد شمس العلما سید میر حسن ایک روز سیالکوٹ کے بازار سے گزر رہے تھے۔ سر راہ ایک میوہ فروش کی دکان تھی۔ وہ کہنے لگا: "شاہ صاحب! سردا بہت اچھا ہے لیتے جائیے۔" شاہ صاحب نے بھاؤ پوچھا تو وہ بولا: "آٹھ آنے سیر۔" اس پر شاہ صاحب پنجابی میں کہنے لگے۔

"سردا تو اچھا ہے پر مینوں نئیں سردا۔"

یعنی میری قوت خرید سے باہر ہے۔ یہ کہہ کر آگے روانہ ہو گئے۔

دو منٹ کا انتظار

ایک مرتبہ کالج میں اسٹاف میٹنگ تھی- سید میر حسن شاہ میٹنگ میں دو منٹ دیر سے پہنچے- انگریز پرنسپل نے شاہ صاحب کو گھڑی دکھا کر کہا: "مولوی صاحب! آپ نے پورے دو منٹ انتظار کرلیا-" شاہ صاحب نے برجستہ جواب دیا: "پھر کیا ہوا، ہم نے بھی تو اس دنیا میں پورے تیس برس آپ کا انتظار کیا-"

"پرنسپل شاہ صاحب سے عمر میں ۳۰ برس چھوٹے تھے-"

کیا کیا جائے

"اخبار وطن" کے ایڈیٹر مولوی انشاءاللہ خاں اکثر علامہ اقبال سے ملنے ان کے ہاں جایا کرتے تھے- اس زمانہ میں اقبال کی رہائش انارکلی بازار میں تھی اور وہیں طوائفیں بھی آباد تھیں- میونسپل کمیٹی نے ان کے لیے دوسری جگہ تجویز کی اور ان کو وہاں سے اٹھادیا گیا- اسی زمانے میں مولوی انشاءاللہ خاں ایڈیٹر "اخبار وطن" اقبال سے ملنے کئی مرتبہ ان کے ہاں گئے مگر وہ نہ ملے- آخر کافی چکر لگانے کے بعد ایک دن مل گئے- مولوی صاحب کہنے لگے: "ڈاکٹر صاحب! جب سے طوائفیں انارکلی سے اٹھوادی گئی ہیں آپ کا دل بھی یہاں نہیں لگتا-"

علامہ اقبال نے فی البدیہہ کہا: "مولوی صاحب! کیا کیا جائے؟ آخر وہ بھی تو "وطن" کی بہنیں ہیں-"

ننگے ہی چلے آئے

چودھری شہاب الدین نہایت کامیاب وکیل" مجلس قانون ساز کے صدر اور لاہور کارپوریشن کے میر تھے- رنگ بالکل کالا تھا- ڈاکٹر اقبال اکثر ان سے مزاح کیا کرتے تھے اور اگر وہ برا مانتے تو کہہ دیتے کہ بھئی تمہیں دیکھتے ہی مجھ پر لطیفوں کی آمد شروع ہو جاتی ہے- مجھے اس سے نہ روکا کرو- ایک روز چودھری شہاب الدین صاحب سیاہ سوٹ پہنے ہوئے بار روم میں آئے- انہیں دیکھتے ہی اقبال چونک کر بولے: "ہائیں، چودھری صاحب! آج آپ ننگے ہی یہاں چلے آئے؟ (کیونکہ سوٹ کا اور چودھری صاحب کے بدن کا رنگ ایک تھا)"

ایک دفعہ شاہدرہ میں پارٹی ہوئی- بہار کا موسم تھا- پارٹی میں اقبال اور چودھری صاحب بھی موجود تھے- چودھری صاحب نے از سر تا پا سفید لباس پہن رکھا تھا- انہیں دیکھ کر اقبال بے اختیار بول اٹھے: "او دیکھو! کپاہ وچ کٹا وڑ گیا-"

ایک دن رمضان کے مہینے میں، چودھری شہاب الدین کی کوٹھی میں افطار کی دعوت تھی- افطار کے وقت چودھری صاحب نے ملازم کو آواز دے کر پانی مانگا-
اس پر فوراً اقبال نے آدمی سے پکار کر کہا: "دیکھو بھئی چودھری صاحب کے لیے بالٹی میں پانی لانا-"

السلام علیکم

مولانا فیض الحسن سہارنپوری جب دہلی میں مقیم تھے تو ایک روز سخت بارش ہونے لگی- مولانا اسی حالت میں درس سے فارغ ہو کر گھر کو چلے مگر اس ہیت سے کہ پائنچے چڑھا لیے- کتابیں بغل میں دبالیں- جوتے اتار کر داہنے ہاتھ میں لے لیے- پائجامہ کو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا اور بیچ سڑک پر بہتے ہوئے پانی کے درمیان چلنے لگے- دہلی کے چند بے فکروں نے جو مولانا کو اس عجیب ہیت میں دیکھا تو ان کی رگ ظرافت پھڑکی اور انہوں نے مولانا کا مذاق اڑانا چاہا- اور سوچا کہ مولانا کے داہنے ہاتھ میں جوتے ہیں- جب ہم انہیں سلام کریں گے تو یہ یقیناً اپنے داہنے ہاتھ کو سلام کا جواب دینے کے لیے اوپر اٹھائیں گے اور اس حرکت پر ہم ان کا مذاق اڑائیں گے- چنانچہ جب مولانا پانی کے چھینٹے اڑاتے ہوئے قریب آئے تو ان بے فکروں نے سوچی ہوئی اسکیم کے مطابق بڑی بلند آواز سے کہا: "حضرت مولانا! اسلام علیکم و رحمتہ اللہ وبرکاتہ-"

مولانا جہاں بہت بڑے فاضل تھی وہاں ان کی طبیعت میں ظرافت اور بذلہ سنجی بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی- آپ نے فوراً بائیں ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دیا اور ساتھ ہی دایاں ہاتھ جس میں جوتے تھے، اٹھا کر اور ہلا کر کہا:

"مزاج شریف-" اس فی البدیہہ جواب پر وہ سب لوگ نہایت شرمندہ ہوئے-

ط---طلاق

ایک مرتبہ مولوی وحید الدین سلیم، مولانا الطاف حسین حالی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور مولانا حالی سے پوچھنے لگا: "حضرت! میں نے غصہ میں آکر اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تجھ پر تین طلاق، لیکن بعد میں مجھے اپنے کیے پر افسوس ہوا- میری بیوی بھی

راضی ہے مگر مولوی کہتے ہیں کہ طلاق پڑ گئی- اب صلح کی کوئی، شکل نہیں- خدا کے لیے میری مشکل آسان فرمائیں- اور کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ میری بیوی گھر میں دوبارہ آباد ہو سکے-"

ابھی مولانا حالی کوئی جواب نہیں دینے پائے تھے کہ مولوی وحید الدین سلیم اس شخص سے کہنے لگے: "بھئی یہ بتا کہ تو نے طلاق "ت" سے دی تھی یا "ط" سے طعین "تلاق" کہا تھا یا "طلاق")" اس شخص نے کہا: "جی میں تو ان پڑھ آدمی ہوں مجھے کیا پتہ کہ "ت" سے کیسی طلاق ہوتی ہے اور "ط" سے کیسی ہوتی ہے؟"

مولوی سلیم صاحب نے اسے سمجھایا کہ میاں یہ بتاؤ کہ تم نے قرات کے ساتھ کھینچ کر کہا تھا کہ "تجھ پر تین طلاق" جس میں "ط" کی آواز پوری نکلتی ہے یا معمولی طریقہ پر کہا تھا جس میں "ت" کی آواز نکلتی ہے؟

وہ شخص بولا: "جی مولوی صاحب میں نے معمولی طریقہ پر کہا تھا- قرات سے کھینچ کر نہیں کہا-" یہ سننے کے بعد مولوی صاحب نے پورے اطمینان کے ساتھ اس سے کہا: ہاں بس معلوم ہو گیا کہ تو نے "ت" سے "تلاق" دی تھی اور "ت" سے کبھی طلاق پڑ ہی نہیں سکتی- "ت" سے "تلاق" کے معنی ہیں: "آ محبت کے ساتھ مل کر بیٹھیں-" تو بے فکر ہو کر اپنی بیوی کے گھر لے آ! اور اگر کوئی مولوی اعتراض کرے تو صاف کہہ دینا کہ میں نے تو "ت" سے "تلاق" دی تھی- "ط" سے ہرگز "طلاق" نہیں دی-

واپسی

سہارن پور میں "عیدن" نامی ایک طوائف تھی- بڑی باذوق "سخن فہم" اور سلیقہ شعار- شہر کے اکثر ذی علم اس کے ہاں چلے جایا کرتے- ایک دن مولوی "فیض الحسن

سہارنپوری بھی پہنچے۔ وہ پرانے زمانے کی عورت "جدید تہذیب سے ناآشنا" بیٹھی نہایت سادگی سے چرخہ کات رہی تھی۔ مولانا اس کو دیکھتے ہی واپس لوٹے۔ اس نے آواز دی:

"مولانا تشریف لائیے! واپس کیوں چل دیئے؟" مولانا یہ کہہ کر چل دیئے۔

"ایسی تو اپنے گھر میں بھی چھوڑ آئے ہیں۔"

عربی دان

مولانا شوکت علی عربی نہیں جانتے تھے مگر جب کبھی کوئی عرب آجایا کرتا تھا تو اس سے عربی میں بات کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ چند نوجوان سر ہوگئے کہ آپ عربی نہیں جانتے تو عربی میں بات کیسے کر لیتے ہیں؟ اس پر مولانا بگڑ کر کہنے لگے: "واہ یہ کیا بات ہے! ہم عربی خوب جانتے ہیں۔" کسی لڑکے نے پوچھا: "اچھا مولانا بتائیے کہ گھٹنے کو عربی میں کیا کہتے ہیں؟" مولانا نے بلا تامل جواب دیا: "گھٹنا عرب میں ہوتا ہی نہیں۔"

افیون" قتل "گاندھی

مولانا ابوالکلام آزاد جب الہ آباد کی جیل میں قید تھے۔ ان دنوں کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ ابوالکلام خود بیان کرتے ہیں: جیل میں میری کوٹھڑی کے عین سامنے ایک دوسری کوٹھڑی میں کوئی چینی قیدی تھا مگر زبان کی بیگانگی کے باعث ہم دونوں آپس میں بات چیت نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دوسرے کا منہ تک کر رہ جاتے تھے۔ اس چینی کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں کس جرم میں یہاں قید ہوں۔ غالباً سوچتا رہتا ہوگا۔ ایک دن اس سے نہ رہا گیا تو میرے

سامنے آکھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ لہرانے لگا- یعنی یہاں کیسے آئے ہو؟ میں کیا جواب دیتا" خاموش رہا تو اس نے پوچھا: "لوہیم؟" یعنی افیم کے معاملہ میں پکڑے گئے ہو؟ میں نے نفی میں سر ہلایا تو اس نے اپنے ہاتھ کو گلے پر چھری کی طرح پھیرا یعنی کسی کو قتل کیا ہے؟ میں نے پھر سر کو نفی میں ہلایا- آخر اس نے پوچھا: گاندھی؟ اس پر میں نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ بالکل مطمئن ہو گیا- گویا اس کے نزدیک "گاندھی جی بھی ناجائز افیون اور قتل کی طرح جرائم میں داخل ہے-

"لا" کا استعمال

ابو مقائد شاعر عرب نے خلیفہ "ہادی" کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جس کے شروع میں حرف "لا" تھا- خلیفہ نے کہا کہ قصیدہ تو بہت اچھا ہے مگر اس کی ابتدا حرف نفی "لا" سے ہوتی ہے اور یہ حرف "لا" ہمارے لیے نامبارک فال ہے- شاعر نے جواب دیا: کلمہ توحید لا الہ الا اللہ تمام جہان کے کلمات سے افضل ہے اور حرف "لا" سے شروع ہوتا ہے- خلیفہ کو یہ جواب پسند آیا اور اس کو انعام دیا-

دبلا کر دیا

ایک اعرابی نے رمضان کی ستائیسویں کو سحری کے وقت باریک سا چاند دیکھ کر کہا: "الحمد للہ! جیسا روزے رکھواتے رکھواتے تو نے مجھے دبلا کر دیا تھا، آج خدا نے تجھے بھی ایسا ہی کر دیا-"

میں خود انوری ہوں

ایک دن حکیم انوری شاعر نے بلخ کے بازار میں ایک شخص کو اپنے اشعار پڑھتے سنا اور اس کے گرد تعریف کرنے والوں کا بڑا مجمع تھا۔ پوچھا کہ اے شخص! یہ کس کے اشعار ہیں؟ اس نے کہا: "انوری کے۔" پوچھا: "تو انوری کو جانتا ہے؟" اس نے جواب دیا: "جاننا کیا معنی، میں خود انوری ہوں۔" حکیم انوری نے کہا کہ آج سے پہلے "شعر چور" تو بڑے سنے تھے مگر آج "شاعر چور" بھی دیکھ لیا۔

انگریز خدا

مرزا غلام قادیانی (لعنتی) کہتا ہے کہ ایک دفعہ مجھ پر انگریزی میں الہام ہوا۔ I love you, (میں تم سے محبت کرتا ہوں) I am with you. (میں تمہارے ساتھ ہوں) I shall help you. (میں تمہاری مدد کروں گا) I can what i will do. (میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا)

ان تمام الہاموں کے بعد بہت ہی زور سے جس سے بدن کانپ گیا ہو یہ الہام ہوا We can what we will do. (ہم کر سکتے ہیں جو ہم چاہیں گے) اور اس وقت ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے۔

MASHHOOR SHAKHSIYAT KE

LATAAIF

Edited By: Maaz Hasan

BOOK CORPORATION
3191, Ground Floor, Mirza Ahmed Ali Marg,
Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)

81-88912-34-4